حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟

تصنیف
مفتی محمد خان قادری
شیخ محمد علی صابونی

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

الاهداء

امہات المومنین رضی اللہ عنہن

کی خدمتِ اقدس میں!

خادمِ اسلام

محمد خان قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

ابتدائیہ

اس کائنات میں سب سے پاکیزہ شخصیت اللہ تعالےٰ کے رسول اور نبی کی ہوتی ہے بلکہ جہاں جہاں کہیں ظاہر و باطن میں طہارت و پاکیزگی ہے وہ انہی کی تعلیم، جد و جہد اور تربیت کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں، ان کی زندگی ہر گناہ سے محفوظ و مامون ہوتی ہے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کی حفاظت کا اسقدر انتظام و اہتمام ہوتا ہے کہ وہ حالت نیند میں بھی غافل نہیں ہوتے ان کا خواب بھی وحی الٰہی ہی ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام رسولوں اور انبیاء کے سردار اور تاجدار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزگی اور عصمت میں سب سے بلند ہونگے۔ لیکن اسلام کی مخالفت اور اس سے تعصب و جہالت کی وجہ سے بعض منشرقین کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر ایسے ایسے الزامات اور اتہامات لگائے گئے جنہیں انسان پڑھ سُن کر حیران ہی رہ جاتا ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نفس پرست تھی اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیئے

تھے حالانکہ آپ پر ایسا طعن آپ کی ظاہری حیات میں کسی جانی دشمن نے بھی کیا، اور کچھ مستشرقین نے بھی تسلیم کیا کہ ایسی کسی بات کا تعلق رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہرگز نہیں،

آج مخالفِ اسلام قوتیں اس مسئلہ کو بڑے زور شور سے اٹھا رہی ہیں تاکہ لوگوں کے اذہان کو اور سفرِ اسلام کے خلاف پراگندہ کر کے اسلام سے دور کیا جا سکے، چونکہ ہمارا کسی حوالہ سے بھی اسلام کا مطالعہ نہیں اس لئے پریشان و مرعوب ہو جاتے ہیں، ایسے اہم مسائل پر لکھنا امتِ مسلمہ کے اہل علم پر فرض اور قرض ہے۔ بحمد اللہ وبتوفیقہٖ کاروان اسلام اور مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے سوالات کے جوابات کے لئے کمر ہمت باندھی ہے

اپنے مقالہ کے ساتھ شیخ محمد علی صابونی استاذ جامعہ ام القریٰ کا ایک اہم مقالہ بھی شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے جس کا ترجمہ مولانا محمد عارف سعید ہمدمی نے کیا ہے اور ان کی یہ اولین کوشش ہے اور اس پر نظر ثانی مولانا غلام نصیر الدین چشتی استاذ جامعہ نعیمیہ نے کی ہے۔

ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں سرخروئی کے لئے یہ ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے قارئین سے گزارش ہے اسے پڑھیں اور اس کی اشاعت کا (خصوصاً انگلش زبان میں) زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں بندہ اس کی اشاعت کی اجازت ہر مسلمان کو دے رہا ہے، اگر ممکن ہو تو اشاعت کی کاپی بندہ کو ارسال کر دیں۔

خادمِ اسلام
محمد خان قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور علیہ السلام کے تعدد ازواج پر غیر مسلموں کا ایک ناگفتہ بہ الزام یہ ہے کہ (خاکم بدہن) اس کا سبب نفسانی خواہش کا غلبہ تھا۔

حالانکہ ہر وہ ذی شعور منصف مزاج انسان جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہو وہ ایسی بات ہرگز نہیں کہہ سکتا بلکہ وہ یہ محسوس کرے گا کہ شاید اس سے بڑھ کر کائنات میں اور کوئی جھوٹ نہیں یہی وجہ ہے کہ بعض غیر مسلموں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت و پاکیزگی کی تصریح کی ہے اس لئے پہلے ہم ان شواہد کا ذکر کریں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت و طہارت پر دال ہیں اور اس کے بعد متعدد نکاحوں کی حکمتوں اور مصلحتوں کا ذکر ہوگا۔

۱۔ یہ الزام بدترین دشمنوں نے بھی نہیں لگایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اپنے وقت کی معروف

ترین شخصیت تھی آپ کا عربی و عجمی، دوست و دشمن، جاہل و متمدن غرضیکہ ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ تھا اگر اس غلیہ کا ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ بھی آپ کی شخصیت میں موجود ہوتا تو دشمنوں کو اس سے بہتر پروپگنڈے کا اور کیا حربہ ہاتھ آسکتا تھا؟ انہوں نے آپ کو ساحر و شاعر کہا۔ مجنوں و مفتری کہا، خواہش مند اقتدار ہونے کا طعنہ دیا اپنے دوستوں سے مل کر قرآن گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کرنے والا کہا سارے الزام لگائے لیکن سخت سے سخت دشمن کو بھی آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی جس کا تعلق (معاذ اللہ استغفر اللہ) جنسی و نفسانی جذبات کی بے راہ روی سے ہو۔ کیا یہ بات اس پر توی دلیل نہیں کہ دشمن بھی یہ محسوس کرتے تھے کہ اس شخصیت کا دامن اس نوعیت کی خواہش کے داعیے تک سے بھی پاک ہے۔

۲- جوانی کے پچیس سال اور کمال عفت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال تجرد اور کمالِ عفت و پاکبازی سے گزارے اور پچیس سال کے بعد اگر نکاح بھی کیا تو ایک ایسی خاتون سے جو آپ سے پندرہ سال عمر میں بڑی یعنی چالیس سال کی تھی۔ جو پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی تھی اور صاحب اولاد بھی تھی اور پیغام نکاح بھی اس نے خود بھیجا تھا۔

پیغام کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

انی قد رغبت فیک لقرابتك منی و شرفك فی قومك	میں آپ سے قرابت داری، قوم میں آپ کی شرافت، امانت، حسنِ

واماننك عندهم وحسن	اخلاق اور سچائی کی وجہ سے
خلقك وصدق حديثك	رغبت رکھتی ہوں

۳- پچیس سال اور ایک خاتون

آپ نے پچاس سال کی عمر تک (پورے پچیس سال) اسی ایک بوڑھی صاحب اولاد اور گزشتہ دو شوہروں سے نباہ کرنے والی خاتون کی رفاقت پر ہی اکتفاء کیا اور اشارتاً بھی کسی دوسری رفیقہ حیات کی خواہش نہیں کی مشہور مستشرق ڈاکٹر جوستاف لوبون نے بھی تسلیم کیا ہے کہ آپ کی اس عرصہ میں صرف ایک ہی بیوی تھی۔

هو الذی اقتصر علی زوجته	محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس سال
الاولی حتی بلغ الخمسین من	کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی پر
عمره	اکتفا کیا

(حضارۃ العرب ۱۱۲)

حالانکہ انسانی زندگی کے عروج کا یہی دور ہوتا ہے اور پھر یہ پہلو سامنے رہنا چاہیئے کہ آپ کے لئے اس عرصہ میں ہم عمر رفیقہ حیات کے حصول میں کوئی دشواری نہ تھی کیونکہ آپ صحت و تندرستی اور حسن وجمال میں یگانۂ روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ ساری قوم میں محبوب اور خاندانی وجاہت و وقار کے مالک تھے۔

بیوی کے ڈر کی وجہ سے

بعض طعن کرنے والوں نے کہا کہ اس وقت ایک ہی بیوی پر اکتفا بیوی کے خوف کی وجہ سے تھا جیسے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا انتقال ہوا تو

آپ نے متعدد خواتین سے شادی کر لی کیونکہ اب خوف ختم ہو گیا تھا۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات قابلِ توجہ ہیں۔

اوّلاً آپ کی شخصیت کا مطالعہ کرنے والا ہر ذی فہم جانتا ہے کہ آپ کے دل میں سوائے اللہ کے خوف و ڈر کے کسی کے خوف کا تصوّر ممکن ہی نہیں۔ بیوی سے ڈرنے والا شخص پوری دنیائے کفر سے عملاً ٹکر نہیں لے سکتا حالانکہ آپ نے عملاً ٹکر لی۔ تو جب آپ طاقتور سے طاقتور دشمن و مخالف سے نہیں ڈرتے تو بیوی سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے تمام مخالفین کے خلاف آپ کو جہاد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ	اے نبی" کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کرو اور ان پر سختی کرو

ثانیاً بیوی سے ڈرنے والی شخصیت کو رسول کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ رسول کا کام اور اس کے فرائض و ذمہ داریاں تقاضا کرتی ہیں کہ اس کی شخصیت میں سوائے اپنے رب کے کسی کا خوف و حزن نہ ہو اس کی بنیادی تعلیم ہی یہی ہے۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا	نہ غم کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے

یہی وہ آپ کی قوت و ہمت کی اعلیٰ کیفیت تھی کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے حبیب اگر آپ کے ساتھ کوئی اور جہاد میں شریک نہیں ہوتا تو نہ ہو آپ تنہا ہی اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ	اللہ کی راہ میں تنہا جہاد کرو اور آپ اپنی ذات کے ہی مکلف ہیں۔

آپ نے جہاد کر کے اللہ کے دین کو عملاً زمین پر جاری وساری اور قائم ودائم کر دیا۔ اگر معاذ اللہ کوئی خوف ہوتا تو یہ کام کیسے ہو سکتا تھا۔

ثالثاً یہ وہی دن تھے جن میں آپ تفکر وتدبر کے لیئے غار حرا میں جاکر مہینہ مہینہ خلوت میں رہتے۔ آپ کے دن بھی وہاں گزرتے اور راتیں بھی۔ کیا بیوی سے ڈرنے والے خاوند کا یہی حال ہوتا ہے؟

رابعاً سیدہ خدیجہ رضی نے سارا مال (جو قریش مکہ کے مال سے کہیں زیادہ تھا) حضور علیہ السلام کے مشن کے لیئے وقف کر دیا قرآن مجید نے اس ظاہری سہارے کے بارے میں فرمایا۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (اللہ نے آپ کو محتاج پایا تو غنی کر دیا)

تو سوچیں کیا ڈرنے والا خاوند بیوی کو سب کچھ دیتا ہے یا اس کی بیوی اس پر ہر شے نچھاور کر دیتی ہے؟

خامساً یہ بات نہایت ہی قابل توجہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رشتہ زوجیت ہی نہیں تھا بلکہ اب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امتی والا رشتہ بھی قائم ہو گیا تھا جو پہلے رشتہ سے کہیں بلند وارفع ہے۔ چالیس سال کی عمر میں (جبکہ حضرت خدیجہ سے نکاح ہوئے پندرہ سال کا عرصہ بیت چکا تھا) جیسے ہی حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور مجھ پر قرآن نازل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ تو سب سے پہلے جس خاتون نے آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لایا وہ آپ کی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ ہی تھیں۔ اس کے بعد تو انہوں نے آپ کو فقط شوہر ہی نہیں اپنا آقا ومولیٰ مان لیا اب فقط بیوی ہی نہیں بلکہ

آپ کے امتی ہونے کا شرف پالیا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے ذرا انصاف سے بتائیے کہ امتی رسول سے ڈرتا ہے یا رسول امتی سے؟ یقیناً امتی ہی ڈرتا ہے بلکہ یہاں تک ڈرتا ہے کہ اگر رسول کی ادنیٰ سے گستاخی بھی ہو گئی تو اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائے گا اور وہ دائرہ اسلام سے فارغ ہو جائے گا۔

سادساً وصال کے بعد ان کا تذکرہ

یہاں یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ کے وصال کے بعد انہیں بڑی محبت سے یاد کرتے اور فرماتے مجھے ان سے بہتر بیوی میسر نہیں آئی۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جب بھی خدیجہ کا ذکر آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت تعریف فرماتے ایک دن میں نے رشک کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں کی تعریف کرتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان سے بہتر بیویاں عطا کر دی ہیں آپ نے فرمایا۔

ما ابدلنی اللہ خیراً منھا	اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بیوی
قد آمنت بي كفر الناس	مجھے نہیں دی وہ مجھ پر اس وقت
وصدقتني اذ كذبتني الناس	ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا اور انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی۔

مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب بھی آپ کوئی جانور ذبح

فرماتے تو خدیجہ کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے تھے میں نے ایک دن وجہ پوچھی تو فرمایا۔

انی لاحب حبیبھا میں خدیجہ کے چاہنے والوں کو چاہتا ہوں۔

کیا یہ بیوی سے ڈرنے والے خاوند کی کیفیت ہوتی ہے؟ وہ تو شکر کرتا ہے کہ جان چھوٹ گئی۔ یہ تمام شواہد اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ الزام محض تعصب کی وجہ سے عائد کیا گیا ہے۔

۴۔ ایک بوڑھی خاتون سے نکاح

جب آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ عمر کے پچاسویں سال میں تھے اور اس وقت خواہش رکھتے تو کسی نوجوان خاتون سے عقد ہو سکتا تھا مگر آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں قبول فرمایا جو عمر کے لحاظ سے بوڑھی تھیں۔

۵۔ مخالفین کی پیشکش ٹھکرادی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر نفسانی جذبات کا شائبہ ہوتا تو اس سے بڑھ کر اپنی خواہشات کی تکمیل کا اور موقعہ کیا ہو سکتا تھا کہ اعلان نبوت کے پانچویں سال تبلیغی کوششوں سے دستبرداری کے عوض قوم کی طرف سے سیادت و قیادت، دولت و ثروت اور حسین ترین خواتین کے ساتھ عقد کی پیش کش ہوئی مگر تاریخ اس بات پر شاہد عادل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور فرمایا میں اپنے

رب کے احکام کی تبلیغ نہیں چھوڑ سکتا۔

۶۔ اب کوئی روک ٹوک نہ تھی

ریاست مدینہ دس سال کے عرصہ میں جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی عراق و فلسطین تک بارہ لاکھ مربع میل پر محیط ہو چکی تھی۔ اتنی عظیم ترین فرمانروائی واقتدار کے بعد اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں کون سی رکاوٹ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ازواج پر اکتفا کیا جو اس کامیاب دور سے پہلے تھیں۔

۷۔ ایک کے سوا تمام خواتین کا بیوہ ہونا

پھر جو شادیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہیں ان پر غور کریں تو جو خواتین بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں وہ ماسوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام کی تمام بیوہ تھیں کوئی دو کی اور کوئی تین شوہروں کی بیوی رہ چکی تھی۔ یہاں یہ بات نہایت ہی قابلِ توجہ ہے کہ تعدد ازواج کا مسئلہ آپ کی پچپن سال سے انسٹھ سال کی عمر کا ہے۔ کیا نفسانی جذبات کا غلبہ اسی عمر میں ہوتا ہے؟ کیا یہ (نعوذ باللہ) دفعتہً پیدا ہو گیا تھا؟ نہ اس سے پہلے کہیں اس کا شائبہ ملتا ہے اور نہ بعد میں۔

۸۔ آپ کی ہمہ جہتی مصروفیات

آپ پر ایسا الزام لگانے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیات کو ہی سامنے رکھ لیتے تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے کیونکہ اس کے لیئے انسان

کا فارغ ہونا ضروری ہے۔ آپ کی مصروفیات کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

١۔ آپ کا وافر وقت امت مسلمہ کے افراد مردوں اور خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے مخصوص تھا۔ آپ کی تعلیمات قرآن کے علاوہ ہزار ہا کتب پر مشتمل ہیں۔

٢۔ ہجرت کے بعد انیس غزوات میں آپ نے شرکت کی اور غزوہ کی تیاری ایک یا دو دنوں میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی تیاری کے لیے سالہا سال کی ضرورت ہوتی ہے۔

٣۔ جتنی بھرپور زندگی، اجتماعی، سیاسی، دینی اور خاندانی آپ نے بسر کی ہے کوئی دوسرا شخص اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں آپ کی مصروفیات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (المزمل) یقیناً دن میں آپ کی طویل مصروفیات ہیں۔

٤۔ آپ صرف انسانوں کے ہی رسول نہیں بلکہ آپ تمام مخلوق کے رسول ہیں جہاں آپ انسانیت کی بھلائی فرماتے ہیں وہاں حیوان چرند پرند کی بھرپور فریاد رسی فرماتے۔ یہاں آپ زمینی مخلوق کو فیض دیتے وہاں آسمانی مخلوق بھی آپ سے فیض یاب ہوتی۔

٥۔ آپ کے تقسیم وقت پر نظر ڈال لی جائے تو مسئلہ از خود حل ہو جاتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معاملات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ

كان اذا اوى الى منزله جزأ دخوله ثلاثة اجزاء جزأ لاهله وجزأ لنفسه ثم جزأ جزاءه بينه وبين الناس فيرد ذلك بالخاصة على العامة

بیرونی مصروفیات سے فارغ ہو کر آپ گھر تشریف لائے تو گھریلو وقت کو تین حصص میں تقسیم فرما لیتے۔ ایک حصہ اللہ کے لیئے۔ دوسرا اہل کیلئے اور تیسرا اپنی ذات کے لیئے۔ پھر اپنے والے تیسرے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے اس وقت میں اہل علم و فضل صحابہ آپ سے تعلیمات حاصل کر کے عوام تک پہنچانے کی کوشش کرتے

خود فیصلہ کیجئے ازواج مطہرات کے لیے کتنا قلیل وقت بچتا ہو گا۔

فای وقت كان يخلو فيه الى شهوته ليندفع بها الى الاستمتاع بالمرأة والتفكير فى الاستكثار من النساء

کیا نفسانی خواہش سے مغلوب شخصیت کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنے وہ ذاتی وقت میں بھی لوگوں کی بھلائی و خیر خواہی جیسے اعلیٰ اعمال انجام دیتی ہے۔

۶ - اوپر گزرا کہ رات کا ایک حصہ اللہ کے لیئے تھا اس میں آپ اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات و عبادات کرتے ہوئے طویل قیام کرتے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں۔ آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ میں نے ایسی حالت دیکھ کر عرض کیا۔

تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبه وما تاخر

آپ اتنی عبادت کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں معاملات سے معافی کا اعلان فرمایا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔

افلا اکون عبداً شکوراً۔ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

(بخاری و مسلم)

۹۔ دنیا سے بے رغبتی

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ نفسانی جذبات و خواہشات کے پیروکار دنیا کے بندے ہوتے ہیں۔ ان کی منزل، خوشی اور مقصود دنیا ہوتی ہے وہ اس کے لئے جیتے ہیں اور اسی کے لیئے مرتے ہیں اسی لیئے قرآن مجید نے دنیاداروں کے بارے میں فرمایا کہ ان کا مقصد اللہ کی ذات نہیں بلکہ دنیا ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ

بلاشبہ وہ لوگ جو ہماری ملاقات کے امیدوار نہیں اور دنیاوی زندگی کے ساتھ راضی اور مطمئن ہو گئے وہی ہماری آیات سے غافل ہیں۔

گویا انہیں دنیا اس طرح اپنی طرف کھینچ لیتی ہے کہ انہیں اپنے رب کی خبر ہی نہیں رہتی۔

اب ذرا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی طرف آیئے کیا وہاں کوئی دنیاداری دکھائی دیتی ہے؟ کیا مال و متاع کے ساتھ پیار نظر آتا ہے

ہرگز نہیں۔ آپ نے فقر و فاقہ کی زندگی اختیار فرمائی اور یہ تعلیم دی۔

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب دنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے۔

سونے چاندی کے تودے تودے ہزار درہم و دینار کے ڈھیر مسجد نبوی میں لگے مگر آپ معاشرے کے یتامیٰ، مساکین، بیوگان اور بے سہارا لوگوں میں تقسیم فرما کر گھر تشریف لے گئے۔ ان میں سے اپنے لیے ایک پائی کے روا دار نہ ہوئے۔

لوگ چندوں سے اپنی جائیداد بناتے ہیں مگر آپ نے اپنی ذات ہی نہیں بلکہ اپنی ساری آل اولاد پر تا قیامت زکوٰۃ و صدقات کے حرام ہونے کا اعلان فرما دیا۔ مسجد نبوی میں صدقات کی کھجوروں کے ڈھیر سے آپ کے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی آپ نے انگلی ڈال کر باہر نکال پھینکا اور فرمایا صدقہ میری اولاد پر حرام ہے۔ ذرا سوچئے کہ جو نابالغ اور غیر مکلف بچے کو ایسا عمل نہیں کرنے دیتے ان کا اپنا عالم کیا ہوگا؟

مغربی محققین کے اقوال

اب ہم یہاں کچھ مغربی محققین کے اقوال و آراء سامنے لاتے ہیں جن میں انہوں نے بھی برملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی، حیا اور عفت و عصمت کی گواہی دی ہے۔

۱۔ سر ولیم میور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور نکتہ چیں سر ولیم میور اسی بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ رکھ رکھاؤ میں حیا اور طور طریقوں میں پاکیزگی (جو اہل مکہ میں نایاب تھی) محمد کی جوانی سے منسوب کرنے میں تمام مستند اہل علم کا اتفاق ہے۔

(حیات محمد، ۲ : ۱۴)

۲۔ پی۔ ڈی، لیسی جانٹن

پی۔ ڈی، لیسی جانٹن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار و سیرت کے حوالے سے لکھا ہے۔

شہریوں کے درمیان آپ اعلی کردار کے مالک تھے اور کوئی بات آپ کے اسم مبارک کے خلاف نہیں جاتی۔

(محمد اور آپ کا اقتدار، ۵۱)

۳ - ریورینڈ مارکس ڈوڈز

ریورینڈ مارکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔ آپ کی غیر شادی شدہ جوانی غیر معمولی طور پر پاکیزہ تھی۔
(محمد، بدھ اور مسیح، ۲۳)

۴ - الیمبل ڈرسنگھم

الیمبل ڈرسنگھم اپنی کتاب حیات محمد میں کہتے ہیں
محمد کی جوانی عفیف رہی ہے۔ (حیات محمد، ۵۲)

۵ - ڈاکٹر لاسٹز

ڈاکٹر لاسٹز اسلام کے بارے میں لکھتے ہوئے خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں لکھتا ہے۔

محمد نے اپنے اہل خانہ میں شامل کر لیا یہ خیال کہ پیغمبر کی ایسا کرنے میں کوئی نامناسب غرض مخفی قطعی طور پر بے بنیاد خاص کر جب ہم یہ زمین میں رکھیں کہ آپ نے اپنے عہد شباب میں پاک دامنی کا زبردست ثبوت دیا تھا۔ (دنیا کے مذہبی نظام، ۲۹۸)

۶ - ٹامس کارلائل

مشہور محقق ٹامس کارلائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت و پاکیزگی

پر یوں رقمطراز ہے محمد کے بارے میں اور جو کچھ بھی جائے مگر وہ خواہش نفس کے ہرگز غلام نہ تھے ہم بڑی غلطی کریں گے اگر اس کو ہم ایک عام سائنس پرست، سمجھ لیں جو سفلی جذبات بلکہ کسی بھی لطف اندوزی کا مریض ہو آپ کا گھرانا تنگ دست تھا، آپ کی عام غذا جو کی روٹی اور پانی تھا۔ بسا اوقات مہینوں ان کے ہاں چولہا میں آگ بھی نہ جلتی تھی۔

۷۔ جیرالڈ۔ ایل۔ بیری

جیرالڈ۔ ایل۔ بیری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں کے بارے میں لکھتا ہے۔

آپ کی آخری عمر میں بہت سی بیویوں کا ہونا غالباً آپ کے کی بیواؤں کو تحفظ دینے کی فیاضی کا نتیجہ تھا نفس پرستی کا تو نتیجہ ہرگز نہ تھا۔ (مذاہب عالم، ۶۵)

۸۔ سیُفلے لین پول

سیُفلے لین پول آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خواہش نفس کے الزام کی تردید ان الفاظ میں کرتا ہے مگر یہ کہنا جھوٹ ہے کہ محمد نفس پرست انسان تھے آپ کی آخر دم تک زاہدانہ زندگی سونے کے لیے سخت چٹائی، آپ کی سادہ غذا، آپ خود اختیار کردہ چھوٹے موٹے کام کر لینا یہ سب باتیں تو آپ کی بمقابلہ نفس پرست انسان۔ کے ایک ہمہ صفت زاہد ظاہر کرتی ہیں (مطالعہ سلسلہ مسجد، ۷۷)

متعدد نکاح کی حکمتیں

جب یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ آپ کی مبارک و مقدس زندگی میں نفسانی جذبات و خواہشات کا ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ بھی نہیں تو اب آیئے ہم اس مسئلہ پر غور کرتے ہیں کہ آپ نے متعدد نکاح کن حکمتوں اور مصالح کی وجہ سے فرمائے۔

یہ مصالح بھی آپ کے ذاتی نہ تھے بلکہ سراسر ملی و قومی اور دینی تھے ان کا افادی پہلو صرف اس قدر نہ تھا کہ کرنے میں ملی فائدے تھے بلکہ ان کے نہ کرنے میں بہت سی خرابیاں تھیں جن کا ازالہ دشوار تھا ہم ان مصالح اور حکمتوں میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ مختلف خاندانوں میں موجود نفرت محبت میں بدل گئی

۲۔ قبائلی عصبیت کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا کفو یا ہمسر نہیں ہو سکتا پاش پاش ہو کر رہ گئی۔

۳۔ بیوگان سے نکاح

جس معاشرے میں بیوہ خاتون کے ساتھ نکاح ایک عیب تصور کیا جاتا ہو ایسے معاشرے میں متعدد بیوگان کو اپنے عقد میں قبول کر کے اس بدترین رسم پر ضرب کاری لگانا بھی مقصود تھا۔

۴۔ خدمتِ اسلام کی وجہ سے

بعض خواتین کی خدمتِ اسلام کی وجہ سے یہ شرف عطا کیا گیا مثلاً حضرت

سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند (جو انہی کی ترغیب سے اسلام لائے تھے) اور والدہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی وہاں ان کے خاوند کا انتقال ہوگیا انہی دنوں حضرت خدیجہ کا وصال ہوگیا آپ نے ان کی قربانیوں کا لحاظ کرتے ہوئے انکے مصائب ختم کرنے کے لیے اپنے نکاح میں لیا۔

۵۔ بعض ساتھیوں کی حوصلہ افزائی

اپنے بعض غلاموں کی حوصلہ افزائی فرمائی جب حضرت خدیجہ کا وصال ہو گیا تو آپ مغموم رہا کرتے تھے۔ آپ کی رفیقۂ حیات اولین خاتونِ اسلام تھیں اور زندگی بھر مالی ایثار و قربانی کرتی رہیں۔ ایسی رفیقہ حیات کی جدائی میں حضور علیہ السلام کا ملول رہنا قدرتی بات تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھانپ لیا اور اپنی لختِ جگر کو آپ کی خدمت کے لیے زوجیت سے مشرف کرنے کی درخواست پیش کی، کیا صدیقِ اکبر جیسے وفا شعار کی درخواست کو مسترد کر دینا مناسب تھا جس نے اسلام لانے میں سب پر سبقت حاصل کی تھی اور جن کی مساعی و ترغیب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسی شخصیتیں اسلام لائیں اور جنہوں نے اپنا گھر بار اور مال و دولت سب کچھ اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مناسب یہی تھا کہ ایسے ساتھی کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اس کی بیٹی کو ام المؤمنین بننے کا شرف عطا کر دیا جائے۔

۶۔ اہل و عیال کو سہارا دینا

بعض جانثاروں اور راہِ خدا میں قربانیاں پیش کرنے والوں کے اہل و عیال کو سہارا دینا اور یہ کسی قائد کا اہم فریضہ ہوتا ہے کہ وہ تحریک سے وابستہ

افراد کی ہر معاملہ میں حوصلہ افزائی کرے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے تھا لیکن وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہونے والی بے سہارگی کا مداوا کرنے کے لیے حضرت زینب کو عقد کا شرف بخشا۔

اسی طرح حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابو سلمہ سے تھا جو حضور کے رضاعی بھائی اور گیارہویں مسلمان تھے۔ انہوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی جب یہ ہجرتِ مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے بیوی بچے خاندان والوں نے ان سے چھین لیے۔ حضرت ابو سلمہ نے اس کے باوجود عزم ہجرت کو پورا کیا۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ہر روز شام کو اس مقام پر آکر رویا کرتی تھیں جہاں ان کے شوہر کو ان سے چھینا گیا تھا۔ ایک سال کا عرصہ اسی طرح روتے ہوئے گزار دیا مگر ترکِ اسلام کا کبھی خیال تک بھی دل میں نہ لائیں۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے وفات کے وقت ان کے دو چھوٹے لڑکے عمرو اور سلمہ اور دو لڑکیاں زینب اور درہ تھیں، آخری وقت انہوں نے یہ دعا کی۔

اللھم اخلفنی فی اھلی بخیر — اے اللہ میرے اہل کی نگہداشت فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ اور اُم سلمیٰ کی ان قربانیوں کا صلہ اور ان معصوم بچوں کی کفالت کو احسن طور پر نبھانے کے لیے حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے عقد فرما لیا۔

۷۔ غلط رسومات کا خاتمہ

غلط رسومات و تصورات کا خاتمہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود تھا جیساکہ حضرت زینب بنت جحش کا عقد آپ نے زید بن حارثہ سے کر دیا تھا تاکہ غلامی کی وجہ سے ان کی نسبت جو حقارت پیدا ہوتی تھی وہ ختم ہو جائے اور ساتھ ہی خاندانی تفاخر کا خاتمہ بھی ہو جائے لیکن بوجوہ حضرت زینبؓ کا زید سے نباہ نہ ہو سکا۔

دستورِ عرب کے مطابق منہ بولا بیٹا حقیقی فرزند کی طرح حقوق رکھتا وہ وارث بھی ہوتا اسکی بیوی حقیقی بہو کی طرح باپ پر حرام سمجھی جاتی تھی۔ اس وجہ سے معاشرے میں ہزاروں برائیاں جنم لے رہی تھیں۔

حضور علیہ السلام کو جہاں حضرت زینب کی طلاق تحقیر کو عزت میں بدل کر اشک شوئی کرنا تھی وہاں ہمیشہ کے لیے ایک قانون بھی مہیا کر دینا تھا کہ منہ بولے بیٹے کا رشتہ اور درجہ حقیقی فرزند جیسا نہیں لہٰذا آپ نے بڑی استقامت و جرأت کے ساتھ حضرت زینب سے عقد فرما کر اس غلط رسم کو ہمیشہ کے لیے ختم فرما دیا حضرت زینب کے عقد کا واقعہ کافی اہمیت کا حامل ہے کہ قرآنِ حکیم نے اس عقد کی نسبت براہ راست اللہ کی طرف کی ہے۔ اور صحابہ میں سے فقط ایک صحابی زیدؓ کا نام قرآن میں آیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا
وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ
عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ

جب زید نے اپنا تعلق منقطع کر
لیا تو ہم نے اس خاتون کو آپ کے
نکاح میں دے دیا تاکہ اپنے منہ

اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ
(الاحزاب)

بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں مسلمانوں کیلئے کوئی حرج و گناہ نہ رہے

۸۔ بعض قبائل میں نیکی کا فروغ

بعض قبائل میں نیکی کا فروغ بھی پیش نظر تھا ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح میں یہی ارادہ کارفرما نظر آتا ہے ان کے خاندان کا پیشہ راہزنی تھا ان کا باپ حارث ان کی سربراہی کرتا تھا لیکن حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد سارا خاندان رہزنی کے پیشے سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

۹۔ امن عامہ کا قیام

ان حکمتوں میں سے ایک اہم حکمت امن عامہ کا قیام اور جنگ و جدال کو ختم کرنا بھی تھا۔ ابوسفیان کے نام سے کون واقف نہیں یہ عمائدِ قریش میں سے تھا اور قوم کا نشانِ جنگ اس کے گھر رکھا رہتا تھا۔ جوں ہی یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تمام قبائل پر آبائی اور قومی روایات کے مطابق یہ لازم ہو جاتا تھا کہ وہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں، احد حمراالاسد، بدر الاخری احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے تھے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو عقد میں قبول فرمایا تو اس کے بعد جلد وہ وقت آگیا کہ ابوسفیان نے اسلام کے جھنڈے تلے پناہ حاصل کر لی۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خاندان ہر لڑائی میں مسلمانوں کے

خلاف مشرکین و کفار کا ساتھ دیتا یہی وجہ ہے کہ نکاح سے پہلے جس قدر بھی لڑائیاں ہوئیں ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سراً یا اعلانیہ، ضرور ہوتا تھا مگر حضرت صفیہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آجانے کے بعد، یہود، مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد نجد کے تمام فتنے سرد پڑ گئے یعنی جس قبیلے، ملک اور خاندان کی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی وہاں کے فتنے سلامتی سے وہاں کا افتراق و انتشار اتحاد اتفاق سے اور بدامنیاں امن وسکون سے بدل گئیں۔

۱۰۔ نصف سے زائد انسانی دنیا کی تعلیم کا انتظام

ان متعدد ازواج مطہرات کے ذریعہ ایک بہت بڑے اہم مقصد کی تکمیل بھی مقصود تھی اور وہ نصف انسانی دنیا (تمام خواتین) کی تعلیم تھی۔ قرآن حکیم نے اگرچہ اصولی طور پر عورتوں کے ضروری مسائل کی رہنمائی کی ہے۔ لیکن ہزاروں گوشوں کو حضور علیہ السلام کے سپرد کر دیا جن کی تشریح کا فریضہ آپ نے نبھانا تھا۔ اور دشواری یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنواری پردہ نشین لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے اس قدر غیر معمولی حیا کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ حیض و نفاس کے دقائق آداب مباشرت و مواصلت، طہارت و نجاست منبر پر کھول کھول کر بیان فرماتے ایک طرف ان کا علم ضروری اور دوسری طرف حیا اظہار سے مانع تھی اس مشکل کا حل اس سے بہتر کیا تھا کہ ازواج مطہرات کے ذریعے عورتوں کو اور ان کے ذریعے مردوں کو مسائل ضروریہ کی تعلیم دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مسائل میں مرد بھی ازواج مطہرات

کی طرف رجوع کیا کرتے۔

علامہ رشید رضا لکھتے ہیں۔

کان الرجال یرجعون	مرد بھی دین کے بہت سے
بعدہ علیہ السلام الی امہات	مسائل میں امہات المومنین کی طرف
المؤمنین فی کثیر من	رجوع کیا کرتے تھے۔ خصوصاً ازدواجی
احکام الدین ولا سیما	زندگی کے مسائل میں۔
الزوجیۃ	

سید محمد جعفر شاہ پھلواروی اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس کی فقاہت، علی مرتضیٰ کی دقیقہ رسی، صدیق و فاروق کی عقدہ کشائی جن مسائل میں آکر اٹک جاتی تھی وہاں ان کی گرہ کشائی کے لیے انہیں بعض ازواج النبی ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا کیوں کہ خلوت گاہِ نبوت کا راز دار امہات المومنین کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا شمع نبوت کے پروانے خلوت کی زندگی سے واقف نہ تھے اور امہات المومنین حقائق خلوت کی بھی راز دار تھی ہم تو یہاں تک دیکھتے ہیں کہ بعض امہات تفسیر و فقہ کے حقائق و دقائق بھی ان واقف کارانِ جلوت کو بتاتی تھیں ظاہر ہے کہ نصف دین کی تکمیل اور دنیا کی آدھی آبادی کی تعلیم کا یہ عظیم الشان کام ایک دو عورتوں سے نہیں چل سکتا تھا۔

اسی حکمت کا تذکرہ علامہ محمود آلوسی نے ان الفاظ میں فرمایا۔

لتکثرہ النساء حکمۃ	کثرت ازدواج میں ایک عظیم دینی
دینیۃ جلیلۃ ایضاً وھی	حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے ان احکام

نشر الاحکام الشرعیۃ لا تکاد تعلم الا بواسطھن
شرعیہ کی اشاعت ہوئی جو خواتین کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔

(روح المعانی، پ ۲۲، ۶۴)

صرف نو کی تعداد کو دیکھ کر جس کا جی چاہے شبہات پیدا کرے لیکن اس کا یہ روشن و عیاں پہلو ایسا ہے جس کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں کیا دنیا میں کوئی ایسا مصلح گزرا ہے جس نے اپنی بیوی کو مصلحات امت مبلغات دین، معلمات مسائل اور مدرسات فقہ بنا کر پیش کیا ہو۔

۱۱- بلندی سیرت اور حسن معاشرت پر قوی دلیل

تعدد ازواج آپ کے اعلیٰ کردار، بلندی سیرت اور حسن معاشرت پر قوی دلیل بھی ہے ہر انسان جانتا ہے کہ اپنی پسند کی بیوی لانے والوں کا بھی حال یہ ہوتا ہے کہ عمر بھر کوئی ہفتہ باہمی نوک جھونک سے خالی نہیں ہوتا اگر خدانخواستہ ایک سے زائد بیویاں ہوں تو گھر جہنم زار بن جاتا ہے۔ لیکن اس انسان کامل کی عظمت کردار اور حسن معاشرت کی بلندی کا اندازہ کیجئے جس کے پاس پچپن سال کی عمر میں تو ایسی خواتین بیجوں تھیں جن کی عمریں مختلف تھیں، مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں، مختلف طبائع اور مختلف مزاج کی حامل خواتین اور گھروں میں فقر و فاقہ ایک مسلسل مشغلہ لیکن ساری زندگی میں باہمی تلخی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حسن معاشرت اور حسن سلوک کا اندازہ اس سے بھی کیجئے کہ فقط تلخی ہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ سب کی سب قربان ہوتی رہیں بلکہ حیرت یہ ہے کہ اس فلک نیلگوں کی چھت کے نیچے اور اس زمین کی پشت پر سب سے پہلے جو ہستی حضور

کی نبوت پر ایمان لائی وہ آپ کی ایک بیوی خدیجہ تھی۔ بیوی اپنے شوہر کے تمام رازہائے درون سے واقف ہوتی ہے اس کی نگاہوں سے شوہر کا کوئی عیب و ہنر پوشیدہ نہیں ہوتا نبوت تو بڑی چیز ہے وہ تو معمولی ولایت کی بھی قائل نہیں ہوتی لیکن ذرا نگاہِ غور سے دیکھئے خدیجہ دو شوہروں کو پہلے دیکھ چکی تھیں اب پندرہ سال مسلسل حضور کی ایک ایک ادا کا تجربہ کر چکی ہیں ایک ایک گوشے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی ہیں کتنا بلند کردار اور عدیم النظیر حسنِ معاشرت کا مالک تھا وہ انسان کہ خدیجہ جیسی صاحب عقل نہ صرف نبوت پر ایمان لاتی ہے بلکہ اپنی عمر کے بقیہ دس سال اس طرح ساتھ دیتی ہے کہ جان و مال سب کچھ قربان کر دیتی ہے ہر امتحان میں آپ کی معاون بن جاتی ہے ہر خطرے کا مقابلہ کرتی ہے کیا کسی بڑے سے بڑے انسان کی زندگی میں حسن معاشرت کے ایسے نمونے مل سکتے ہیں مختلف المزاج اور مختلف الطبائع خواتین کا ساتھ ہونے کے باوجود اس کا حسنِ معاشرت سارے عالم کے لیے نمونہ تقلید بن سکے؟

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا صرف وہ ہی کامل و اکمل ترین انسان ہے، جو یہ اعلان کرنے کا حق رکھتا ہے۔ تم میں سے بہتر وہ ہے

خیرکم لاھلہ انا خیرکم لاھلی ——————— جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہے اور میں تم سب سے اپنے اہل کے لیے بہتر ہوں۔

۱۲- خانگی زندگی پر سچی شہادت

تعددِ ازدواج سے خانگی زندگی پر سچی شہادت بھی مہیا کر دی گئی کیونکہ حقیقی مصلح وہی ہوتا ہے جس کے ظاہری اور باطنی دونوں کردار آئینے کی طرح عیاں ہوں۔ موجودہ دور میں قیادت کو پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پبلک سٹیج پر اپنی پوری زندگی کا کوئی خوشگوار پہلو پیش کر دینا مصلح کے لیے مشکل نہیں مکمل قیادت کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے جب اس کی اندرونی زندگی بھی آئینے کی طرح سامنے آجائے یوں تو حضور علیہ السلام کی خانگی زندگی کی شہادت کے لیے تنہا خدیجہ ہی کافی ہو سکتی تھیں لیکن اس تنہا شہادت پر بیسیوں شبہے وارد ہو سکتے تھے مگر ان نو شاہدات عادلات میں کِس کِس کی گواہی پر شبہ کیا جا سکتا ہے؟ اسلام نے کسی بات کے ثبوت کے لیے گواہی کی جو بڑی سے بڑی تعداد رکھی ہے وہ چار مردوں کی گواہی ہے دوسرے الفاظ میں آٹھ عورتوں کی گواہی ہے لیکن حضور کی پاک ترین اخلاقی زندگی پر آٹھ کی بجائے نو عورتوں کی شہادت تاریخ کے سامنے ہے۔ ان نو سے تاریخ دریافت کرے کہ آپ کی پرائیویٹ اور خلوتی زندگی کیا تھی، یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ خلوتی زندگی کا صحیح پتہ نہ بیٹی دے سکتی ہے نہ فرزند نہ خادم نہ خادمہ نہ دوست نہ دشمن نہ داماد نہ بہو نہ معتقد نہ شاگرد یہاں کھری اور سچی گواہی بیوی ہی دے سکتی ہے کیونکہ خلوتی زندگی کی صحیح رازدار وہی ہوتی ہے، یہ بتا سکتی ہے کہ اس کے شوہر کا کیا کیریکٹر ہے اہل و عیال سے اس

سلوک کیسا ہے؟ اس کی راتیں کس طرح گزرتی ہیں؟ اسے اپنے مقصد
ے ساتھ کتنی لگن ہے؟ اس کی زندگی کا کیا نقشہ ہے؟ اپنوں سے اور
رائیوں کے ساتھ اس کے تعلقات کیسے ہیں؟ ان تمام سوالات کا جواب
ر نو عادل خواتین یک زبان ہو کر دیں اور وہ بھی وہ جن سے اندرونی،
ندگی کا کوئی راز چھپا ہوا نہ ہو تو دنیا کی کون سی عدالت اسے رد کر
لتی ہے؟

علامہ محمود آلوسی نے یہی حکمت ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

مع تشیید امر نبوته فان النساء لا یکدن یحفظن سراً وهن اعلم الناس بخفایا ازواجهن فلو فقت لنساءه علیه الصلوٰة والسلام علی امر خفی منه یخل منصب النبوة لاظهرنه وکیف یتصور اخفاءه بینهن مع کثرتهن وکل سر جاوز الاثنین شاع (روح المعانی، پ ۲۲، ۶۴)

اس میں امر نبوت کی تائید بھی ہے کیونکہ فطرۃً خواتین راز چھپا نہیں سکتیں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اپنے خاوند کے معاملات سے آگاہ ہوتی ہیں، اگر حضور کی بیویاں آپ کے کسی ایسے معاملہ کو پاتی جو امر نبوت کے خلاف ہوتا تو وہ اس کا ضرور اظہار کر دیتی اور ان کی کثرت کے باوجود خفا کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو راز دو خواتین تک پہنچ جاتے وہ مشہور ہو جاتا ہے۔ (چہ جائیکہ نو خواتین ہوں)

ان تمام تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ

کے تعددِ ازواج کا مقصد کچھ قربانیوں کی قدردانی وحوصلہ افزائی تھا۔ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری یا خاندانی احترام کی بقا، صنفِ ضعیف کو بلند درجہ عطا کرنا معلمات امت بنانا، معاشرے کی اصلاح کرنا، سسرالی تعلقات کے ذریعے دین کی توسیع اور امن وامان قائم کرنا شامل تھا۔

مخالفین اسلام کا ایک اور حملہ
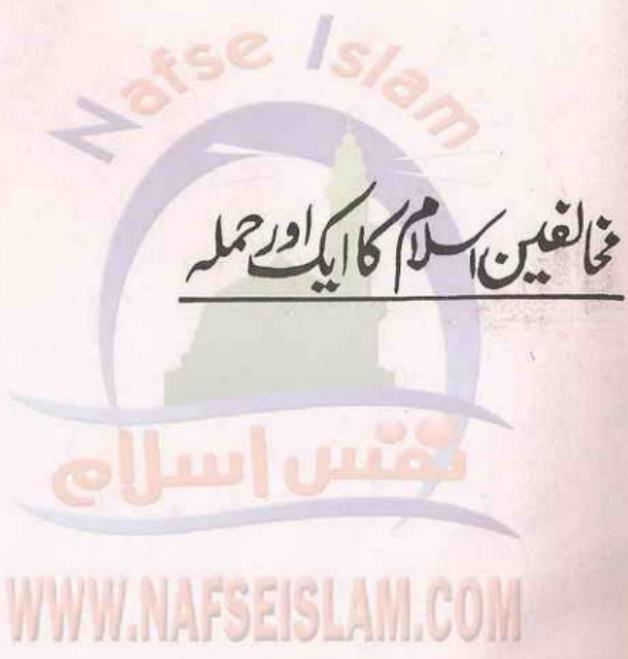
جہاں مخالفینِ اسلام جہالت و مخالفت کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے تعدد ازواج پر طعن کرتے ہیں وہاں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے عقد نکاح کے بارے میں نہایت ہی گھٹیا قسم کی ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خود نکاح کرنا چاہتے تھے اور یہ بات اپنے دل میں مخفی رکھتے تھے اس لئے حضرت زید نے انہیں طلاق دیدی اور آپ نے ان کے ساتھ نکاح کرلیا، اور مخالفین کو اس کی تائید کے لئے کتب سیرت میں ایک روایت بھی ہاتھ آگئی جسے انہوں نے خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اس لئے ہم یہاں پہلے حضرت زینب کے نکاح کا تفصیلی واقعہ بیان کریں گے پھر مذکورہ روایت کا جائزہ لیں گے۔

حضرت زینب اور حضرت زید کے عقد کا تفصیلی واقعہ

حضرت زید بن حارثہ کا تعلق قبیلہ کلب سے تھا یہ بچپن میں دشمن کی کسی غارت گری میں گرفتار ہوئے اور غلام بنا لئے گئے، حکیم بن حزام نے ان کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خریدا، حضرت خدیجہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں تو انہوں نے یہ غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ھبہ کر دیا اس طرح ان کو حضور کی غلامی کا شرف حاصل ہوا، حضور کی غلامی کی جو قدر و عزت ان کی نگاہوں میں تھی اس کا اندازہ اس سے

کیجئے کہ جب اسی اثنا میں زید کو شام کی طرف سفر پیش آیا اور وہاں ان کے چچا نے انہیں پہچان لیا اور سب حالات دریافت کر کے ان کا والد چچا اور بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاوضہ دے کر اسے لینا چاہا آپ نے فرمایا میں اسے اختیار دیتا ہوں وہ اگر چاہے تو تمہارے ساتھ چلا جائے میں معاوضہ وغیرہ کچھ نہیں لیتا زید کو جب یہ کہا گیا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت کی جو مثال پیش کی وہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی، انہوں نے کہا

ما انا بمختار علیک احداً	(میں آپکی ذات پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا
ابداً انت منی بمکان	میرے لیے آپ، باپ اور
الاب والعم قال ابوہ وعمہ	چچا سے بڑھ کر ہیں، چچا نے کہا
یا زید اتختار العبودیۃ	اے زید کیا تو غلامی کی زندگی بسر
قال ما انا بمفارق ھذا	کرنا چاہتا ہے؟ زید نے کہا
الرجل	میں حضور کی غلامی کو ہر آزادی سے
خواجہ حافظ نے خوب کہا۔	کہیں بہتر سمجھتا ہوں)

بولائے تو کہ گر بندہ خویشم خوانی
از سر خواجگی کون و مکان برخیزم

(اے محبوب اگر تو اپنی ولایت میں مجھے غلام کہہ دے تو میں تمام کون و مکان کی سربراہی کو ٹھوکر مار دوں) اس کے بعد حضور نے انہیں آزاد فرما دیا، ان سے محبت تو ان کی خوبیوں کی بنا پر حضور کو شروع ہی سے تھی، اس واقعہ کے بعد دوچند ہو گئی یہاں تک کہ حضور کے غیر معمولی

فقات و اعتماد کو دیکھ کر لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ آپ نے ان کو منہ
لا بیٹا بنا لیا ہے۔
واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انتظامی اور فوجی صلاحیتیں
ی تھیں، متعدد مواقع پر آپ نے ان کو فوجی دستوں کی سرکردگی سپرد کی
ر بعض مواقع پر حضور کی غیبت میں وہ مدینہ طیبہ کے امیر بھی رہے

ضرت زید کی عزت افزائی

غلاموں سے متعلق لوگوں کے تصورات تبدیل کرنے کے لیئے اور
ن کی عزت افزائی کے لئے حضور نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن
ضرت زینب بنت حجش کے ساتھ کر دیا، ان کا تعلق بنی اسد سے
ھا، ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب تھیں، جب حضور نے حضرت
زید کے لیے حضرت زینب کو پیغام دیا تو ان کے عزیزوں کو اس
شتہ پر اعتراض ہوا کہ زید ایک آزاد کردہ غلام اور غیر کفو ہیں لیکن
سول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم چاہتے تھے کہ غلاموں سے متعلق لوگوں
ے تصورات وخیالات میں تبدیلی پیدا ہو اور انسانیت کی قدر ومنزلت
حال ہو اس وجہ سے آپ نے اس نکاح پر اصرار فرمایا بالآخر حضرت
ینب راضی ہو گئیں اور نکاح ہو گیا، نکاح کے بعد منافقین اور منافقات
ے فتنہ اٹھایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک معزز گھرانے کی ایک
ریف خاتون کا دامن اپنے ایک آزاد کردہ غلام کے ساتھ باندھ
یا ہے اس قسم کی معاشرتی اصلاحات کو عوام کا ذہن آسانی سے قبول
ہیں کرتا اس وجہ سے اس نکاح کے خلاف ایک مخالفانہ فضا پیدا

ہو گئی خاص طور پر منافقات نے حضرت زینب کو ورغلانے کی پوری کوشش کی، ان کو غیرت دلائی کہ یہ سخت ظلم ہے کہ ان کو ایک ایسے شخص کے حبالہ عقد میں دے دیا گیا ہے جو ابھی کل تک ایک زرخرید غلام تھا آخر حضرت زینب بشر ہی تھیں کوئی فرشتہ نہیں تھیں، اسی وجہ سے ان کے دل پر بھی ان باتوں کا اثر ہوا،

حضرت زید ایک حساس، خوددار، منکسر المزاج آدمی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلداریوں کے باوجود اپنی غلامی کے دور کو بھولے نہیں تھے دوسری طرف سیدہ زینب کے مزاج میں فی الجملہ تمکنت اور تیزی تھی، عام حالات میں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خوش گوار معاشرت میں خلل انداز ہو لیکن منافقین نے چونکہ فضا بدگمانی کی بنا دی تھی اس وجہ سے حضرت زید کو یہ احساس ہونے لگا کہ حضرت زینب اپنے اندر ایک تفوق کا احساس رکھتی اور اس تعلق کو ناپسند کرتی ہیں بالآخر انہوں نے ارادہ کر لیا کہ حضرت زینب کو طلاق دیدیں تاکہ ان کی کبیدگی بھی رفع ہو جائے اور خود ان کے سر کا بوجھ بھی اتر جائے لیکن کوئی اقدام کرنے سے پہلے انہوں نے چاہا کہ حضور کا ایما بھی معلوم کر لیں اس لئے کہ حضور نے یہ رشتہ کرایا تھا جب حضور سے انہوں نے اپنے ارادہ کا ذکر کیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا ان کی طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی ہے جو تمہیں شک میں ڈالنے والی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایسی کوئی بات ہرگز نہیں ہے لیکن وہ اپنے خاندانی شرف کا احساس رکھتی اور اس کا اظہار بھی کرتی ہیں اور یہ چیز میرے لئے باعث اذیت ہے حضور نے اس پر سختی سے ان کو ارادہ طلاق سے روکا اور خوفِ خدا یاد دلایا

اس لئے کہ مجرد اپنا ایک ذاتی احساس اس بات کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، کہ بیوی کو طلاق دے دی جائے۔

حضور کی پریشانی کی مختلف وجوہ

حضرت زید کا یہ ارادہ مختلف وجوہ سے حضور کے لئے پریشانی کا باعث ہوا۔

۱۔ اول تو اس وجہ سے کہ حضور ہی نے جیسا کہ اوپر گزرا ہے ایک نہایت اعلیٰ مقصد سے یہ رشتہ کرایا تھا قدرتی طور پر آپ کی آرزو یہی تھی کہ منافقین ومنافقات کی ریشہ دوانیوں کے علی الرغم فریقین خوشگواری کے ساتھ نباہ کرتے رہیں اور یہ رشتہ کامیاب ہو۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس طلاق سے حضرت زینب کی حیثیت عرفی کو بڑا نقصان پہنچا اور ان کا غم دہرا ہو جاتا پہلے تو انہوں نے منافقین و منافقات کے یہ طعنے سنے کہ ایک آزاد کردہ غلام کی بیوی ہیں اور اس طلاق کے بعد لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ ایک آزاد کردہ غلام کی مطلقہ ہیں

۳۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ حضور اس سارے واقعہ کی ذمہ داری اپنے اوپر سمجھتے تھے اس وجہ سے حضرت زینب کی دلداری ضروری خیال فرماتے تھے، آپ کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی تو زینب کی دلداری کی واحد شکل یہ باقی رہ جائے گی کہ حضور ان کو خود اپنے نکاح میں لے لیں لیکن اس صورت میں اس سے بڑے ایک دوسرے فتنے کے اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا علاوہ ازیں اس میں یہ

شکل بھی تھی کہ عام مسلمانوں کے لئے ازواج کے باب میں چار تک کی تحدید کا حکم نازل ہو چکا تھا اور اس وقت حضور کے نکاح میں چار بیویاں تھیں۔

ان مختلف وجوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ حضرت زید طلاق نہ دیں چنانچہ آپ باصرار ان کو اس ارادہ سے روکتے رہے لیکن حضرت زید حالات کا مقابلہ نہ کر سکے ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ سارا ہنگامہ ان کے اس نکاح کے سبب سے اٹھا ہے۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ وہ طلاق دیدیں تاکہ حضرت زینب کی جان بھی ضیق سے چھوٹے اور ان کو بھی اطمینان کا سانس لینے کا موقعہ ملے چنانچہ انھوں نے طلاق دیدی، حضرت زینب کو اس طلاق سے صدمہ ہوا روایات میں آتا ہے کہ ان کو جب اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو، جیسا کہ اوپر گزرا، حضور نے حضرت زینب سے (عدت کے بعد) نکاح کر لینا چاہا لیکن منہ بولے بیٹے کے معاملے میں جاہلیت کی جو رسم تھی اس کے سبب سے اور تحدید نکاح کے سبب سے بھی آپ متردد تھے بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ہدایت ہوئی کہ لوگوں کی مخالفت سے بے پروہ ہو کر آپ یہ نکاح کر لیں تاکہ آپ کے عمل سے ایک غلط رسم کی اصلاح ہو جائے اور دین فطرت کے اندر ایک خلاف فطرت چیز جو گھسی ہوئی ہے اس کا خاتمہ ہو اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کے بموجب آپ نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔

(تدبر قرآن، ۵، ۲۲۹)

ایک غیر مستند روایت
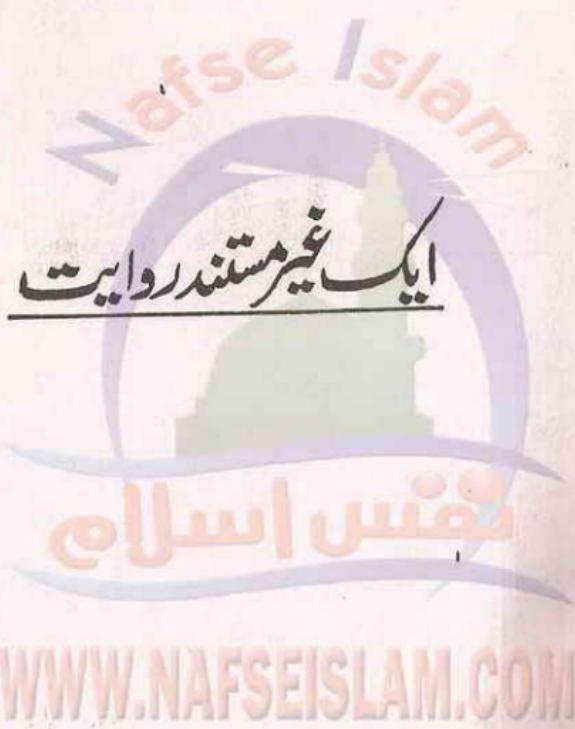
جب تفصیلی واقعہ آپ کے سامنے آچکا تو ـــــــــــ

اَب ہم اس روایت کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں جو مخالفین کا واحد سہارا ہے، وہ روایت مستدرک اور طبقات ابن سعد میں یوں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید کے ہاں تشریف لائے مگر وہ گھر نہ تھے، ان کی بیوی حضرت زینب بنت جحش نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان آقا زید گھر نہیں، آپ اندر تشریف لایئے مگر آپ اندر داخل نہ ہوئے۔

حضرت زید گھر آئے بیوی نے اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے زید نے کہا تو نے آپ کو بیٹھنے کے لیے عرض کیا تھا؟ کہا ہاں مگر آپ تشریف فرما نہ ہوئے کہا کیا تو نے آپ سے کوئی شئی سنی عرض کیا جب واپس ہوئے تو آپ نے کچھ گفتگو کی مگر میں اسے سمجھ نہ سکی، میں نے یہ کلمات سنے سبحان اللہ العظیم، سبحان مصرف القلوب زید نے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میرے ہاں تشریف لائے تھے میرے ماں باپ قربان شاید زینب آپ کو پسند ہے کیا میں اسے جدا کر دوں، حضور نے انہیں بار بار سمجھایا مگر انہوں نے زینب کو طلاق دیدی، ان کی عدت گزر چکی تھی تو آپ پر وحی نازل ہوئی، آپ نے فرمایا زینب کو بشارت دو کہ اللہ نے آسمان پر ان کا نکاح میرے ساتھ فرما دیا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی واذ تقول للذی انعم اللہ

(الطبقات، ۸ : ۱۰۱) (المستدرک، ۴ : ۲۵)

اس واقعہ کو مستشرقین نے بنیاد بناکر رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا ہے۔

مستشرق منٹگمری واٹ لکھتا ہے

وقد ذهبت زينب الى المدينة مع اخوتها وزوجها محمد بالرغم من دبيبه زيد بن حارثه وقد ذهب محمد فيها بعد حوالى السنة الرابعة للهجرة الى بيت زيد للتحدث اليه وكان زيد غائبًا فشاهد زينب وهى عارية فاحبها ——— فمضى وهو يقول لنفسه سبحان الله مقلب القلوب

زینب نے اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ ہجرت کی تو محمد نے اپنے پروردہ زید بن حارثہ سے ان کی دھکے سے شادی کر دی، ہجرت کے چوتھے سال محمد کسی کام کے لئے زید کے گھر گئے تو زید گھر نہ تھے۔ انہوں نے زینب کو ننگی حالت میں دیکھا اور اسے پسند کر لیا جیسا کہ اور یہ کلمات کہے پاک ہے اللہ جو دلوں کو پھیرنے والا ہے۔

(محمد فی المدینہ، ۵۰۵)

یہی بات امیل دو منتغم، اور غوستاف لوبون نے بھی کہی ہے حالانکہ انہیں علم ہونا چاہیئے تھا کہ یہ روایت من گھڑت، باطل اور موضوع ہے، اسے تمام ائمہ محدثین و مفسرین نے باطل قرار دیا ہے، جب بنیاد ہی غلط ہے تو اس سے استدلال کیسے درست ہوگا، ہم یہاں

اس روایت کا علمی تجزیہ کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ اسے ائمہ امت نے سنداً اور متناً ساقط، باطل اور موضوع کہا ہے۔

روایت کی سند کا تجزیہ

اس مذکورہ روایت کی سند یہ ہے

قال ابن سعد اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عبد اللہ بن عامر الاسلمی عن محمد بن یحیی بن حبان

اس سند میں تین امور ایسے ہیں جو اسے قابل طعن بناتے ہیں۔

۱۔ یہ روایت متصل نہیں

پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت متصل نہیں بلکہ مرسل ہے کیونکہ محمد بن یحیی بن حبان تابعی ہیں صحابی نہیں اور انہوں نے صحابی کا ذکر نہیں کیا، ان کا وصال ۱۲۱ ہجری کو ہے

(تہذیب التہذیب، ۹ : ۵۰۷)

۲۔ یہ واقدی کی روایت ہے

آپ نے سند میں دیکھا، ابن سعد نے یہ روایت محمد بن عمر الواقدی سے نقل کی ہے اور ائمہ محدثین کے ہاں ان کی روایت مقبول نہیں۔

۱۔ عظیم محدث شیخ ذکریا بن یحییٰ الساجی لکھتے ہیں۔

محمد بن عمر الواقدی قاضی بغداد متهم	قاضی بغداد محمد بن عمر واقدی کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔

۲ - امام بخاری، واقدی کے بارے میں کہتے ہیں۔

مدنی سکن بغداد متروك الحدیث ترکہ احمد و ابن المبارك و ابن نمیر	مدینہ کے رہنے والے تھے بغداد میں سکونت پذیر ہوئے انکی حدیث متروک ہوتی ہے انکی روایت کو امام احمد، امام ابن مبارک اور امام ابن نمیر نے ترک کر دیا

دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

و کذبہ احمد	امام احمد نے انکی تکذیب کی ہے

۳ - امام یحیی بن معین فرماتے ہیں۔

ضعیف، لیس بشئ	یہ ضعیف ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں
یقلب الحدیث	یہ حدیث میں قلب کرتے ہیں۔

۴ - امام شافعی رقمطراز ہیں۔

کتب الواقدی کلھا کذب	واقدی کی تمام کتب سراپا جھوٹ ہیں۔

۵ - امام نسائی فرماتے ہیں۔

الضعفاء المعروفون بالکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اربعۃ الواقدی بالمدینۃ و مقاتل بخراسان و محمد بن سعید المصلوب بالشام و ذکر الرابع	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں معروف جھوٹ بولنے چار افراد ہیں مدینہ میں واقدی، خراسان میں مقاتل، شام میں محمد بن سعید مصلوب اور چوتھے کا ذکر کیا۔

۶ - امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔

لا اکتب حدیثہ و لا احدث عنہ ما اشک — میں ان سے حدیث نہیں لیتا اور نہ ہی ان کے حوالے سے بیان کرتا ہوں۔

امام ابو حاتم، امام نسائی اور امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں۔

انہ کان یضع الحدیث — یہ حدیث گھڑا کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، ۹: ۳۶۲، ۳۶۸)

(میزان الاعتدال، ۲: ۶۶۶)

۳۔ عبداللہ بن عامر اسلمی مقبول راوی نہیں

اس سند میں عبداللہ بن عامر راوی بھی ضعیف ہے، امام احمد، ابو زرعہ، ابو عاصم اور امام نسائی نے اسے ضعیف قرار دیا امام ابو حاتم نے فرمایا متروک ہے۔

امام ابن معین کہتے ہیں۔

ضعیف لیس بشئی — یہ ضعیف ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔

یتکلمون فی حفظہ، ذاھب الحدیث — ان کے حفظ میں محدثین نے کلام کیا ہے اور یہ مقبول نہیں

شیخ ابن حبان رقمطراز ہیں۔

کان یقلب الاسانید و المتون ویرفع المراسیل — یہ روایت کی سندیں اور متن بدلنے والے ہیں اور روایات مرسلہ کو مرفوع

کر دیتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ۵: ۲۷۶)

(میزان الاعتدال، ۲: ۸۴۴)

اس کا متن، قرآنی نصوص کے مخالف ہے

جس طرح اس روایت کی سند قابل قبول نہیں اسی طرح اس کا متن بھی خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے مقبول نہیں کیونکہ قرآن مجید کی تصریحات و نصوص اس کے برعکس بیان دے رہی ہیں، قرآن مجید کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔

(الاحزاب، ۳۶)

اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اسکا خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لیے کی بیویوں میں جب ان سے انکا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو

یہ آیت مبارکہ ان حقائق پر شاہد عادل ہے۔

آپ نے زید کو طلاق سے بار بار روکا

۱۔ "اِذْ تَقُوْلُ" کے الفاظ سے یہ بات از خود واضح ہو رہی ہے کہ حضور نے یہ بات حضرت زید کو بار بار فرمائی کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھو اگر یہ بات ایک ہی مرتبہ کہنے کی نوبت آئی ہوتی تو "قلت" کافی تھا "تقول" کی ضرورت نہیں تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زید نے اپنے ارادے کا اظہار حضور کے سامنے متعدد دفعہ کیا اور حضور نے ہر بار اس سے روکا اور خدا کا خوف یاد دلایا۔

۲۔ "وَاتَّقِ اللّٰہ" کے الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضور نے حضرت زید کے ارادۂ طلاق کو محض ان کے احساس پر محمول فرمایا کوئی معقول وجہ اس اقدام (طلاق) کے لیے آپ نے نہیں پائی اوپر گزر چکا ہے کہ جب آپ نے ان سے سوال فرمایا کہ کیا زینب کی طرف سے کوئی ایسی بات تمہارے سامنے آئی ہے جو شک پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے تو انہوں نے صاف کہا کہ اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے ان کو کوئی شکایت تھی تو خود ان کے الفاظ میں بس یہ تھی کہ

تتعظم علی لشرفہا — وہ میرے مقابل میں اپنے شرفِ خاندانی کے باعث تفوق کا احساس رکھتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ مجرد یہ بات بیوی کو طلاق دینے کے لیے کافی نہیں ہے اس لیے آپ نے فرمایا اللہ کا خوف کرو، انہیں اپنے پاس رکھو،

اگر معاذ اللہ آپ کا ارادہ ہوتا تو اللہ کا خوف یاد نہ دلاتے کیونکہ ایسی نیت رکھنے والا شخص خدا کے واسطے دے دے کر کہاں روکتا ہے؟

۳ - وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ، کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات دل میں مخفی رکھے ہوئے تھے اور اسے اللہ اشکار کرنا چاہتا تھا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا" کے الفاظ سے اس راز کو اشکار کر دیا گیا یعنی جو راز تم اپنے دل میں رکھتے تھے لیکن لوگوں کے فتنہ میں پڑنے سے اس سے گریز کرنا چاہتے تھے بالآخر اللہ نے اس کے افشا کا سامان کر دیا جب زید نے اپنا تعلق زینب سے بالکل منقطع کر لیا تو ہم نے اس کو تمہارے ساتھ بیاہ دیا تاکہ منہ بولے بیٹوں کے معاملہ میں ایک خلاف فطرت رسم جو قائم ہو گئی ہے اس کی اصلاح ہو اور کوئی ناروا قسم کی پابندی لوگوں پر اس معاملے میں باقی نہ رہے۔

جب قرآن نے راز اشکار کر دیا

جب خود اللہ تعالےٰ نے اس مخفی راز کی نشاندہی فرما دی کہ آپ کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی تو زینب کی دلداری کی واحد صورت یہ باقی رہ جائے گی کہ حضور ان کو خود اپنے نکاح میں لے لیں لیکن اس صورت میں اس سے بڑے ایک دوسرے فتنے کے اٹھ

کھڑے ہوتے کا اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا لیکن اللہ تعالےٰ کا فیصلہ یہی تھا کہ اس رسم بد پر ضرب کاری لگائی جائے اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو زینب سے نکاح کا حکم دے کر اس راز کو اشکارا کر دیا۔ تو اب اس تشریح کے علاوہ کسی شئی کو راز قرار دینا قرآن کی مخالفت ہو گی اگر اس روایت مذکورہ کو قبول کر لیا جائے تو معاذ اللہ راز یہ ہو گا کہ آپ زینب سے نکاح کے خواہش مند تھے مگر زبان سے حضرت زید کو طلاق سے منع کرتے رہے تو قرآن کے خلاف لازم آئے گا حضرت ملا علی قاری رقمطراز ہیں۔

ان اللہ تعالےٰ اعلمہ انہ تبدی و یظہر ما اخفاہ ولم یظہر غیر تزویجہا فیہ فقال زوجنکہا فلو کان الذی اضمرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم محبتہا او طلاقہا لکان یظہر ذلک لانہ لا یجوز ان یخبر انہ یظہرہ ثم یکتمہ فلا یظہرہ (شرح الشفاء ۲۰ : ۱۲۴۸)

اللہ تعالےٰ نے آپ کو آگاہ فرما دیا کہ وہ آپ کے مخفی امر کو ظاہر کرنے والا ہے اور ماسوائے اس بات کہ اللہ تعالےٰ نے زینب کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا ہے کوئی دوسری بات ظاہر نہیں کی کیونکہ الفاظ میں "زوجنکہا" (ہم نے زینب کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیا) ہیں اگر اس کے علاوہ حضور کے دل میں کوئی معاملہ ہوتا مثلاً زینب سے محبت یا اس کو طلاق دلانے کا ارادہ تو اسے ضرور ظاہر کیا جاتا) کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ

پہلے اظہار کا کہہ کر پھر اسے مخفی رکھا
جائے۔

شیخ محمد عبداللہ مصری کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ اور روایت مذکورہ
میں تضاد ہے، قرآن کے الفاظ ہرگز ہرگز اس روایت کے مفہوم پر دال نہیں۔

اما واللہ لولا ما ادخل الضعفاء
والمدلسون من مثل ہذہ
الروایۃ ما فطربیال مطلع
علی الآیۃ الکریمۃ شئی
مما یؤمئون الیہ فان
نص الآیۃ طار علی لا یحتمل
معناہ التاویل ولا یذہب
الی التعفس منہ الا ان العتاب
کان علی التمہل فی الامر
والتریث بہ وان الذی کان
یخفیہ فی نفسہ ہو ذلک
الامر الالہی الصادر الیہ
بان یہدم تلک الصلۃ
المتاصلۃ فی نفوس العرب
وان یتناول المعول ہدمہا
کما قدر لہ ان یہدم
اصنامہم بیدہ لاول

اللہ کی قسم اگر ایسی روایت کی طرح
روایات گھڑنے اور جھوٹ بولنے
والے نہ ہوں تو آیاتِ قرآنی پر غور
کرنے والا شخص کوئی ایسی چیز نہیں
پا سکتا جسے انہوں نے روایت
مذکورہ میں بیان کیا ہے کیونکہ الفاظِ
آیت نہایت ہی واضح ہیں ان
میں کسی ہیر پھیر کی کوئی گنجائش نہیں
مطالعہ کے بعد یہی بات حاصل ہوگی
کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جس معاملہ
پر آیت نازل ہوئی وہ آپ کا معاملہ
میں تاخیر کرنا تھا، اور اپنے دل میں
جو بات رکھے ہوئے تھے وہ یہی
تھی کہ آپ کو اللہ کی طرف سے
یہ حکم آچکا تھا کہ اس رسم بد کو لوگوں
کے ذہنوں سے جڑ سے اکھاڑ پھینکو
اور خود اس پر قدم اٹھاؤ جیسا کہ فتح

مرۃ عند فتح مکۃ
(رسالۃ فی تفسیر الفاتحۃ، ۲۰۱)

مکہ کے وقت اپنے ہاتھوں سے بتوں
کو توڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔

روایات صحیحہ بھی اس کا رد کرتی ہیں

جو بات صحیح روایات میں ہے وہ اتنی ہے کہ اللہ تعالے نے رسم بد پر ضرب کاری لگوانے کے لئے حضور علیہ السلام کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا تھا کہ عنقریب زینب کو زید طلاق دیدیں گے اور آپ سے ان کا نکاح ہوگا، حضور علیہ السلام نے زید کو اس بات سے آگاہ نہ فرمایا بلکہ یہ بات اپنے دل میں رکھی اور یہ خیال فرمایا کہ اس سے ایک بہت بڑا فتنہ برپا ہو جائے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس راز کو واضح کر دیں گے۔

امام بغوی اپنی تفسیر میں سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی بن زید بن جدعان کہتے ہیں کہ مجھے امام زین العابدین نے پوچھا کہ حضرت ابوالحسن (علی) رضی اللہ عنہ اللہ تعالے کے اس ارشاد گرامی کا کیا معنی کیا کرتے تھے؟ تو میں نے بتایا کہ جب زید نے حضور کی بارگاہ میں آکر عرض کیا اے اللہ کے نبی میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو آپ نے اسے پسند کیا مگر زید کو کہا کہ اسے طلاق نہ دو، امام زین العابدین نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا

لیس کذلک فان اللہ قد اعلمہ انہا ستکون من ازواجہ وان زیداً سیطلقہا فلما جاء زید قال انی ارید ان اطلقہا	معاملہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ زید زینب کو طلاق دے دیں گے اور ان کا نکاح آپ سے ہوگا جب زید نے آکے کہا کہ میں

قال امسك عليك زوجك
فعاتبه الله تعالى فقال
لم قلت امسك عليك
زوجك وقد اعلمتك
انها ستكون من ازواجك

طلاق دینا چاہتا ہوں تو آپ نے
فرمایا اسے نکاح میں رکھو پس
اللہ تعالیٰ آیت نازل فرمائی کہ
آپ نے اسے روکنے کا کیوں
فرمایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے
مطلع فرما دیا تھا کہ یہ عنقریب آپ
کی بیوی بنے گی۔

حضرت ملا علی قاری امام بغوی سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا هو الاولى والاليق
بحال الانبياء وهو مطابق
للتلاوة

انبیا علیہم السلام کی شان کے یہی
لائق و مناسب ہے اور آیات
قرآنی کے مطابق بھی یہی ہے۔

(شرح الشفاء، ۲، ۸۴؍۳)

حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں

واصح ما فی هذا ما حكاه
اهل التفسير عن علی بن
حسين ان الله تعالى كان
اعلم نبيه ان زينب ستكون
من ازواجه فلما شكاها اليه
زيد قال له امسك عليك
زوجك واتق الله واخفى

اہل تفسیر نے جو کچھ اس سلسلہ میں
روایت کیا ہے اس میں صحیح ترین
وہی روایت ہے جو حضرت علی بن
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آگاہ فرما دیا
تھا کہ عنقریب زینب تمہاری بیوی
بنے گی جب زید نے شکایت کی تو

مانی نفسه ما اعلمه الله به
من انه سیتزوجها مما الله
مبدیه ومظهره بتمام
التزویج وتطلیق زید لها
(الشفاء، ۲: ۸۷۹)

آپ نے انہیں طلاق نہ دینے کا
حکم دیا اور اس معاملہ کو مخفی رکھا
جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا تھا
تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ظاہر فرما دیا
کہ زید نے طلاق دیدی اور حضرت
زینب کا نکاح آپ سے ہوا۔

ان روایات کی تائید اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ بھی فرما رہے ہیں" وکان امر اللہ مفعولا" یعنی حضور کے لئے زینب کے ساتھ نکاح کرنا ضروری اور اللہ کا ہی حکم ہے۔

اس کے بعد قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

ویوضح هذا ان الله لم یبد
من امره معها غیر زواجه
لها فدل انه الذی اخفاه
صلی الله علیه وسلم مما کان
اعلمه به تعالی
(الشفاء، ۲: ۸۷۹)

قرآنی الفاظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ
نے آپ کے زینب سے نکاح
کے علاوہ کسی اور شئی کا اظہار نہیں
فرمایا جو واضح کر رہا ہے کہ یہاں
مخفی شئی وہی تھی جس سے اللہ
نے آپ کو آگاہ فرمایا تھا۔

قرآن کریم اور صحیح روایات نے واضح کر دیا کہ روایت مذکورہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ تمام کا تمام من گھڑت ہے اس لئے یہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں۔

انہیں آپ نے پہلی دفعہ ہی نہ دیکھا تھا

اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ بات بھی دال ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد ہیں، انہیں آپ نے پہلی دفعہ ہی نہ دیکھا تھا بلکہ ان کی پرورش آپ کے ساتھ ہوئی آپ نے انہیں ہمیشہ سے دیکھا اور انہوں نے آپ کو دیکھا تھا۔

قاضی عیاض امام عبدالکریم بن ہوازن القیشری سے نقل کرتے ہیں۔

هذا اقدام عظيم من قائله وقلة معرفة بحق النبي صلى الله عليه وسلم وبفضله وكيف يقال رائها فاعجبه وهي بنت عمته ولم يزل يراها منذ ولدت ولا كان النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوجها لزيد

یہ نہایت گستاخی و بے ادبی اور حضور علیہ السلام کے رتبہ و مقام کی معرفت میں کمی ہے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے انہیں دیکھا تو وہ آپکو پسند آگئیں حالانکہ وہ آپ کی پھوپھی زاد ہیں آپ نے انہیں پیدائش سے لے کر اب تک دیکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح خود حضرت زید سے کروایا

(الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ، ۲: ۸۸۰)

آپ سے نکاح کی خواہش کے باوجود حضرت زید سے نکاح کروایا

سورۃ احزاب میں آیت کریمہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب)

جب اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو کسی مومن مرد و عورت کے لیے اس کے بعد اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں رہ جاتا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا۔

اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت زینب کو پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے اسے خوشی سے قبول کر لیا کہ عقد آپ سے ہو رہا ہے مگر جب انہیں علم ہوا کہ نکاح حضرت زید سے ہو رہا ہے تو انہوں نے اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش دونوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں آپ کی پھوپھی زاد ہوں اور زید غلام ہے لیکن حضور علیہ السلام نے شرف انسانیت کی خاطر اس پر اصرار فرمایا تو یہ آیت مبارکہ اور حکم نازل ہو گیا جب اللہ کا رسول فیصلہ فرما دے تو اب کسی مسلمان مرد یا عورت کو انکار کا حق نہیں رہ جاتا، ملا علی قاری نے یہی شان نزول ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فلما خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضیت وظنت انہ یخطبها لنفسہ فلما علمت انہ یخطبها لزید ابت وقالت انا ابنۃ عمتک یا رسول اللہ فلا ارضاہ لنفسی وکذلک کرہ اخوها عبداللہ بن جحش فنزل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے گمان کیا کہ شاید آپ نے مجھے اپنے ساتھ نکاح کے لیے کہا ہے تو نہایت خوش ہوئیں مگر جب انہیں اطلاع ملی کہ زید کے لیے ہے تو انکار کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ میں آپ کی پھوپھی

قوله تعالیٰ وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله ان يكون لهم الخيرة من امرهم فلما سمعا ذلك رضيا بما هنالك وجعلت امرها بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم فانكحها رسول الله صلى الله عليه وسلم زيداً

(شرح الشفاء، ۲ : ۳۴/۶)

ہوں میں زید کو پسند نہیں کرتی، اس طرح اس کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی اسے ناپسند کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی مومن مرد و عورت کے کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیں تو انہیں کوئی اختیار نہیں رہ جاتا۔ جب زینب نے یہ حکم سنا تو وہ فی الفور راضی ہو گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے تو آپ نے ان کا نکاح زید سے فرما دیا۔

ذرا سوچئے جب وہ حضرت زید سے نکاح سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش کا اظہار کر رہی ہیں اور آپ ان سے نکاح نہیں فرما رہے، اب طلاق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح فرما رہے ہیں تو اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اپنے ربِ اکرم کے حکم سے فرما رہے ہیں تاکہ رسم بد تا قیامت ختم کر دی جائے۔

ائمہ امت کی تصریحات

اب آخر میں ائمہ امت کی چند تصریحات بھی ملاحظہ کیجیے جن میں اس روایت کو موضوع کہا ہے

۱۔ امام ابن العربی مذکورہ روایت اور اس طرح کی دیگر روایات پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے فی تنقیح الاقوال وتصحیح الحال (تنقیح اقوال اور صحت حال) کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ ہم نے متعدد مقامات پر واضح کر دیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے معصوم و مامون ہوتے ہیں اور ہم نے یہ بھی واضح کیا کہ ہر نبی کے بارے میں وہی کہے جو اللہ نے فرمایا اس پر اضافہ نہ کیا جائے کیونکہ روایات اور اخبار میں ایسا اضافہ اور زیادتی بھی ممکن ہے جس کی وجہ سے اسلام اور بانی اسلام پر طعن کا موقعہ ملتا ہے

فہذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ما عصی قط ربہ لا فی حال	کی ذات اقدس ہے۔ جس
الجاھلیۃ ولا بعدھا تکرمۃ	نے کبھی اللہ کی نافرمانی کا کبھی
من اللہ وتفضلاً وجلالاً	سوچا بھی نہیں نہ دور جاہلیت
احلہ بہ المحل الجلیل الرفیع	میں اور نہ اس کے بعد، آپ
لیصلح ان یقعد معہ علی	پر اللہ تعالےٰ کا خصوصی کرم
کرسیہ للفصل بین	لطف اور فضل ہے کہ اللہ
الخلق فی القضاء یوم	تعالےٰ آپ کو قیامت کے
الحق وما زالت الاسباب	دن تمام مخلوق کے فیصلے کے
الکریمۃ والوسائل السلیمۃ	لیے اپنے ساتھ اپنی نشست

تحیط بہ من جمیع جوانبہ
والطرائف التجیبۃ تشتمل
علی جملتہ بضرائبہ والقرناء
الافراد یحیون لسنہ و
الاصحاب الامجاد یتقفون
لہ من کل طاھر الحبیب
سالم عن العیب بری
من الریب یاخذ د
نہ عن العزلۃ ویقلونہ
عن الوحدۃ فلا ینتقل
الا من کرامۃ الی کرامۃ
ولا ینزل الا منازل السلامۃ
حتی فتحیٰ بابی نقابا اکرم
الخلق سلیقۃ واصحابا
وکانت عصمتہ من
اللہ فضلا لہ استحقاقا
اذ لا یستحق علیہ شیئا رحمۃ
لا مصلحۃ کما تقولہ القدریۃ
الخلق بل مجد کرامۃ لہ
ورحمۃ بہ وتفضل علیہ
واصطفاء لہ فلم یقع

جیسے بلند مقام پر فائز فرمائے
گا۔ ہمیشہ اہم اسباب اور
سلامتی والے وسائل نے
آپ کا احاطہ کئے رکھا، عمدہ
ذرائع پر آپ کے احوال
قائم رہے، آپ کے قرین
نے آپ سے تعاون کیا، مبارک
فرشتوں سے آپ کا تعلق ہے
آپ ہر عیب سے محفوظ
اور ہر شک سے بری ہیں،
عزلت و وحدت سے تبلیغ
کی طرف لانے کے لیے فرشتوں
کا نزول ہوا آپ کرامت سے
کرامت کی طرف ہی بڑھے
آپ منازل سلامتی پر رہے
حتی کہ اللہ تعالیٰ نے پردہ
ہٹا دیا۔ آپ عادات کے
اعتبار سے سب سے بزرگ
ہیں، آپ کی عصمت آپ
کا استحقاق نہیں بلکہ فضل الہٰی
ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق

قط لا فی ذنب صغیر حاشا ﷲ و لا کبیر ولا و قع فی امر یتعلق به لا جله نقص ولا تعبیر و قد مهدنا ذلک فی کتب الاصول وهذه الروایات کلها ساقط الاسانید

(احکام القرآن، ۳: ۱۵۸۳)

نہیں نہ بطور رحمت اور نہ بطور مصلحت جیساکہ قدریہ کا عقیدہ ہے بلکہ یہ محض اس کی طرف سے رحمت اور فضل ہے، آپ پر تو اس کا خصوصی فضل و لطف ہے آپ تو اس کا انتخاب ہیں حاشا وکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہوتے نہ صغیرہ میں اور نہ کبیرہ میں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کوئی عمل سرزد نہیں ہوا کہ اسکی وجہ سے کوئی نقص اور عار محسوس ہو ہم نے کتب اصول میں اس پر طویل تصنیفہ بیان کر دی ہے اور ان تمام روایات کی کوئی سند ثابت نہیں۔

۲۔ حضرت قاضی عیاض اس معاملہ کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور علیہ السلام کسی شئی کا حکم دیں یا اس سے منع اور اپنے دل میں اس کے خلاف رکھیں، حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی

ما کان لنبی ان تکون له خائنة الاعین

(سنن ابوداؤد، ۱: ۲۶۶)

کسی نبی کے یہ شایانِ شان ہی نہیں کہ وہ آنکھ کی خیانت کرنے والا ہو۔

توجب نبی کا یہ عالم ہے تو وہ دل کا خائن کیسے ہو سکتا ہے ؟ اب اگر کوئی پوچھے کہ آیت کریمہ

وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس

(آپ دل میں مخفی رکھ رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے)

کا کیا مفہوم ہے۔

فاعلم لا تستروب فی تنزیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الظاھر وان یامر زیداً بامساکھا وھو یحب بتطلیقہ ایاھا کما ذکر عن جماعۃ من المفسرین واصح ما فی ھذا ما حکاہ اھل التفسیر عن علی بن حسین

یہ جو کچھ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ آپ نے طلاق دلوانے کا ارادہ رکھتے ہوئے زید کو طلاق سے منع کیا اس سے اللہ کے حبیب کی ذات منزہ و مبرا ہے اس سلسلہ میں صحیح وہی روایت ہے جو مفسرین نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے

(الشفاء - ۲ : ۸۷۹)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

وانما تنکر تلک الزیادات التی فی القصۃ والتعویل والاولیٰ ما ذکرناہ عن علی بن حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما

اس سلسلہ میں روایات کے اندر جو اضافات ہیں ان کا انکار کیا جائے گا معتمد اور صحیح قول وہی ہے جو حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) سے مروی ہے

(الشفاء، ۲ : ۸۸۲)

۳۔ عظیم محدث ابن فورک تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومن ظن ذلک بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد اخطاء (الشفاء، ۲:۸۸۲)	جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ کے حبیب کے اندر ایسا معاملہ تھا تو وہ نہایت ہی غلط شخص ہے

۴۔ حافظ ابن کثیر تصریح کرتے ہیں کہ ایسی روایات سے استدلال تو کجا یہ تو قابلِ ذکر ہی نہیں ہیں۔

احببنا ان نضرب عنھا صفحاً لعدم صحتھا فلا نوردھا (تفسیر القرآن العظیم، ۳:۴۹۱)	ہم ایسی روایات سے عدمِ صحت کی وجہ سے اعراض کرتے ہوئے انہیں ذکر ہی نہیں کر رہے۔

۵۔ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی ایسی روایات کے راویوں کو جاہل قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

فاما ماروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھوی زینب امراۃ زید وربما اطلق بعض المجان لفظ عشق فھذا انما یصدر عن جاھل بعصمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن مثل ھذا او مستخف بحرمتہ	یہ جو نقل کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زید کی بیوی کو چاہتے تھے بعض پاگلوں نے تو یہ کہہ دیا کہ آپ نے اس سے عشق کیا یہ باتیں اس سے صادر ہو سکتی ہیں جو عصمتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل یا آپ کا بے ادب و گستاخ ہو۔

(الجامع لاحکام القرآن، ۴:۱۲۴)

۶۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں یہ قصہ من گھڑت ہے اسے کسی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا

وللقصاص فی هذه القصة	بعض قصہ بیان کرنے والے کی
کلام لاینبغی حیز القبول	کچھ گفتگو ہے جو کسی طرح بھی قبول
(روح المعانی، پ ۲۲ : ۲۴)	نہیں کی جاسکتی۔

۷۔ آگے چل کر شرح مواقف کے حوالے سے تحریر کیا۔

ان هذه القصة مما یجب	یہ ایسی روایت ہے جس سے
صیانة النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
عن مثله	ذات اقدس کو محفوظ رکھنا ضروری
(روح المعانی، پ ۲۲ : ۲۵)	ہے۔

۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ایسی روایات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وردت اثارا اخری اخرجها	کچھ ایسی مرویات ہیں جنہیں ابن
ابن ابی حاتم والطبری ونقلها	ابی حاتم اور طبری نے تخریج کیا اور
کثیر من المفسرین لاینبغی	متعدد مفسرین نے انہیں نقل کردیا
التشاغل بها	حالانکہ ان کا تذکرہ اور نقل کرنا
(فتح الباری)	ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

حضور ﷺ کے متعدد نکاحوں پر اعتراضات
کا
تحقیقی جواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆
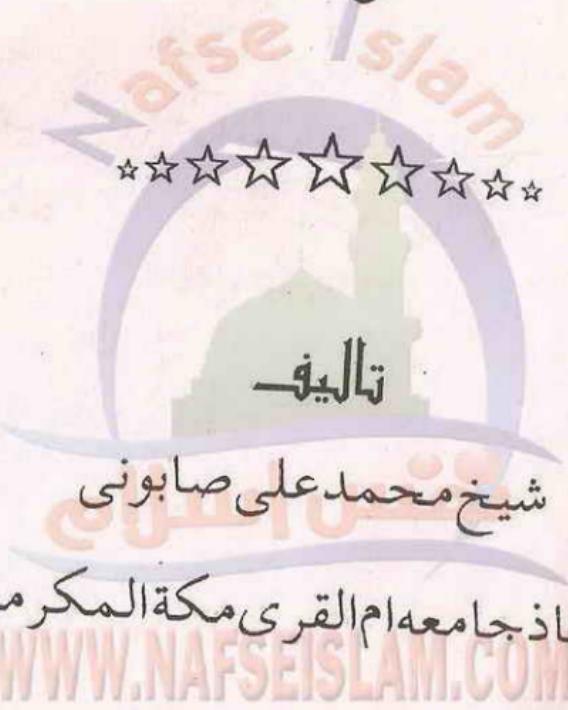
تالیف

شیخ محمد علی صابونی

استاذ جامعہ ام القری مکۃ المکرمۃ

ترجمہ

مولانا محمد عارف سعید ہمدمی

نام کتاب حضور کے متعدد نکاحوں پر اعتراضات
کا تحقیقی جواب

تالیف مفسر قرآن شیخ محمد علی صابونی

ترجمہ مولانا محمد عارف سعید ہمدمی

نظر ثانی علامہ غلام نصیرالدین چشتی

ناشر عالمی دعوت اسلامیہ
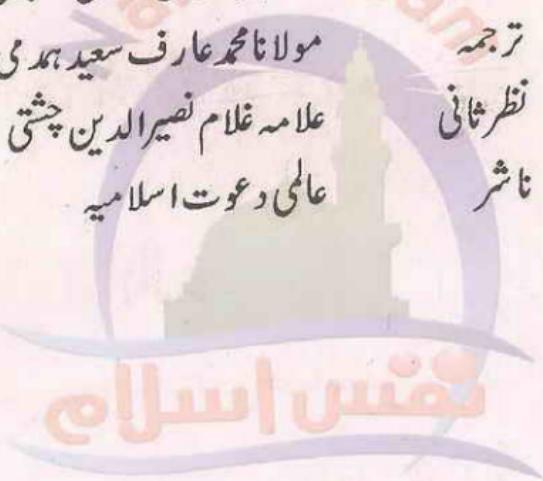
شرفِ انتساب

یہ حقیر سا نذرانۂ عقیدت
امّہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ
کے حضور جن کے وسیلۂ مبارکہ سے مسلمانوں کو سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلّم کی خانگی سنّتوں کی اتّباع کا طریقہ معلوم ہوا۔
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

محمد عارف سعید ہمدمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قبل از اسلام معاشرۂ عرب کی حالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ عرب ہر اس چیز کو اپنا معبود بنا لیتے تھے جو کہ ان کی عقل و فہم سے ماورا ہوتی تھی اور خاص طور پر انہوں نے پتھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے تراشا اور پھر اسی کی عبادت بھی کرنے لگے۔ اس کے علاوہ وہ ہر قسم کی اخلاقی و معاشرتی برائی میں مبتلا تھے یہاں تک کہ ہادیٔ امت رسولِ خدا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ظلمتوں کی دبیز تہیں آہستہ آہستہ اترنے لگیں اور ان کی جگہ نور نے اپنا بسیرا شروع کر دیا اور پھر ۲۳ تئیس برس کے عرصہ کے بعد ایک وقت وہ آیا جب اسلام مکمل طور پر سامنے آگیا اور اعلان کر دیا گیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک یا کافر بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ صرف مؤمن ہی اس میں داخلہ کا اہل ہے یہ سب کچھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات۔ اور سیرت و کردار کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اس دوران آپ نے اسلام اور اہل اسلام کی عزت کے لیے مختلف خاندانوں کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کر کے نہ صرف ان خاندانوں کو پہلے سے زیادہ محترم بنا دیا بلکہ اسلام کی عددی قوت میں بھی اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے مختلف مواقع پر مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ لیکن بدزبان جھوٹے اور مکار مستشرقین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ شادیاں کرنا پسند نہ آیا اور آپ کے وصال کے بعد انہوں نے اس پہلو سے آپ کی

شان اقدس میں گستاخیاں اور الزام تراشیاں شروع کر دیں کہ آپ (نعوذ باللہ من ذلک) شہوت پرست اور اپنی خواہشات نفسانی کے تابع تھے اسی وجہ سے آپ نے خود چار سے زیادہ شادیاں کیں۔ (جبکہ اپنی امت کے لیے بیک وقت چار شادیوں کی اجازت دی) وغیرہ۔

ان افتراء پردازیوں اور بہتان تراشیوں کا مقصد صرف یہی تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک خدا تعالےٰ کے بعد سب سے بڑھ کر جو ہستی محبوب ومکرم ہے اسکی ذاتِ مقدّسہ پر اس پہلو سے کیچڑ اچھال کر اندازہ لگایا جائے کہ کیا مسلمان اپنی امّہات کے حوالہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیوں پر خاموشی کی مہر لگا کر بیٹھے رہیں گے یا کوئی عاشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہماری مہر بالقلم کی جرأت کرے گا۔ لیکن شاید انہیں اندازہ نہ تھا کہ مسلمانوں کی مذہبی غیرت وحمیت کا ابھی اتنا جنازہ نہیں نکلا کہ وہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ ارفع واعلیٰ میں کی جانے والی گستاخیوں پر گستاخیانِ احمد مجتبٰی سے مواخذہ نہ کریں اور انہیں دندان شکن جواب نہ دیں۔ چنانچہ ان گمراہ مستشرقین کی طوطیاں بند کرنے کے لیئے آج سے ۲۷ برس پہلے المکۃ۔ المکرمۃ یونیورسٹی کے استاد مفسر قرآن جناب محمد علی الصابونی نے رابطہ عالم اسلام کے دفتر میں ہجوم وموجود کے سامنے ایک مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا شبہات واباطیل حول تعدد زوجات الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جسے ۱۹۸۰ء میں شیخ حسن عباس شربتلی نے شائع کیا اور عالم اسلام کے مسلمانوں کی صحیح ترجمانی فرمائی۔

بندۂ ناچیز علوم اسلامیہ کی تحصیل کے دوران اپنے مختلف اساتذہ
کی شفقتوں سے مستفیض ہوتا رہا جو کہ تحریری میدان میں اس وقت
اہلسنت وجماعت کے عقائد کی مختلف ذرائع ابلاغ سے حقیقی ترجمانی
کررہے ہیں انہیں دیکھ کر مجھے بھی تحریری شوق پیدا ہوا اور بالآخر
جب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں موقوف علیہ (بی اے) کا سال آیا
تو چند ایک ساتھیوں نے مل کر جامعہ کے طلباء کا ترجمان سہ ماہی رسالہ
لوح وقلم کے عنوان سے شروع کیا جس سے اس میدان کی باریکیوں کا
کچھ تجربہ حاصل ہوا اس میں راقم کی طرف سے بھی چند مضامین کو شامل
کیا گیا اس دوران بھی سرمایہ اہلسنت ادیبِ ملّت شیخ الحدیث استاذی
المکرم مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی اور نازشِ اہلسنت مولانا
محمد منشاء تابش قصوری اور مربی ومشفق استاذ المکرم مولانا غلام نصیر الدین
نصیر چشتی صاحب کی خصوصی ہدایات معاون ومدد بنیں ۱۹۹۴ء میں تکمیل تعلیم
کے بعد مجھے سیالکوٹ کے ایک دینی ادارہ مدینۃ العلم دارالعلوم مجددیہ
میں بطور مدرس بھیجا گیا وہاں میری نظر اس رسالے پر پڑی میں نے اسکا
مطالعہ کیا تو مجھے بیحد خوشی ومسرت ہوئی اور سوچا کہ اگرچہ مجھے آتا تو کچھ
نہیں لیکن فارغ وقت کو گزارنے کے لیئے جس طرح کا بھی ہوسکے اسکا
ترجمہ ہی کر دینا چاہیئے۔ اسی دوران ادیبِ اہلسنت مشفقی مولانا مفتی محمد خان
قادری صاحب کا وہاں خطاب ہوا تو آپ نے مجھے مزید حوصلہ عطا فرمایا
کہ تم اس کا ترجمہ کرو ہم اسے عالمی دعوت اسلامیہ کی طرف سے شائع
کردیں گے چنانچہ بندہ کا شوق دوگنا ہوگیا اور پھر بفضلہ تعالےٰ آہستہ
آہستہ کرکے اس کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اور اس پر نظر ثانی کے لیے عاجز نے

اپنے استاذ محترم جناب مولانا غلام نصیر الدین نصیر چشتی صاحب سے عرض کیا تو آپ نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اس پر نظر ثانی فرما کر ممنون احسان فرمایا۔

اس رسالہ کو شائع کرنے کا سہرا اہلسنت وجماعت کی ایک کے سر ہے جنہوں نے اس سے پیشتر بھی درجنوں کتابیں شائع کر کے اہلسنت کے عقائد و اعمال کی حفاظت کی ہے اور بندۂ ناچیز ان کی حوصلہ افزائی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ تو بہرحال اس سلسلہ میں جن حضرات نے جس طریقہ سے بھی تعاون فرمایا ہے بندۂ ناچیز ان کے لیے دعاگو ہے کہ ان سب حضرات کو مولائے کریم اپنی جناب خاص سے اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کے علم و فضل اور عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ یہ اسی طرح اہلسنت وجماعت کی خدمت میں مصروف رہیں۔ اور اس رسالہ کو خداوند قدوس مصنف و مترجم کے لیے باعث نجات اور عوام الناس کے لیے نفع مند بنائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم۔

اللھم اغفرلی ولوالدیّ ولاساتذتی ولسائر المؤمنین والمؤمنات بوسیلۃ حبیبک الکریم الرؤف الرحیم۔

محمد عارف سعید ہمدمی

موسیٰ پور۔ ڈاکخانہ امین آباد تحصیل وضلع گوجرانوالہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

تمام تعریفات اللہ رب العزت کے لیئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہو اس کی مخلوق سے منتخب شدہ ہمارے آقا و مولا حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل صحابہ کرام اور قیامت تک احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر۔ اور اس کے بعد میں آپ کو اسلام کے سلام کے ساتھ سلام پیش کرتا ہوں اللہ کی طرف سے پاک اور بابرکت سلام اور اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی محبت اور رضا پر جمع کرے توفیق و اخلاص اور قول و عمل میں ثابت قدمی عطا فرمائے ہمیں کامل ایمان اور یقینی صدق نصیب فرمائے۔ بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا اور دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے۔

میرے فاضل بھائیو!

کیا آپ نے دن کے درمیان میں روشن چمکتے ہوئے سورج کو دیکھا اس کا نظارہ کیا ہے جس کو کوئی پردہ نہیں ڈھانپ سکتا اور نہ ہی کوئی بادل یا کہر چھپا سکتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس کے نور کو بجھانا چاہے یا اس کی روشنی کو آنکھوں سے چھپانا چاہے اور اپنے منہ سے اس کو پھونک مارے یا اس کی روشنی کو آنکھوں سے چھپانا چاہے اور اپنے منہ سے اس کو پھونک مارے یا اپنی عبایہ (لمبی چادر) کو اس کے سامنے پھیلائے تو کیا نور غائب ہو جائے گا۔ یا روشنی چھپ جائے گی؟ نہیں نہیں۔

اسی طرح ہمارا سورج ہے جس کے بارے میں اس پیاری شام میں ہم گفتگو کرنے والے ہیں۔

معزز حضرات ہم سماوی سورج کے متعلق بات نہیں کریں گے بلکہ زمینی سورج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔ ہم جلانے والے سورج کے بارے گفتگو نہیں کریں گے بلکہ ہماری گفتگو کا عنوان چمکنے والے سورج کی ہے۔ کیا آپ نے اس آفتاب کو پہچانا ؟ بیشک یہ آفتاب نبوت شمس رسالت ہے ہدایت و معرفت کا سورج ہے۔ یہ آفتاب چمکنے والی روشنی پھیلنے والا نور اور وہ نورانی چراغ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالے نے زندگی کی بد بختیوں کو متفرق کر دیا اور لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالا یہ ذات ذات محمدی ذات احمدی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ ہے۔

اور اللہ تعالے نے یہ برحق فرمایا ہے :۔

وہ (کفار) اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور، اللہ تعالے اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناپسند کریں

یہ شمسِ ارضی ہے جس کے متعلق اس شام میں ہماری گفتگو ہو گی اور جس کے متعلق قرآنِ کریم اس دلکش اور جامع وصف میں گویا ہوا ہے کہ اے میرے پیارے نبی بلیشک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ الآیۃ۔ الاحزاب ۴۶

اور یہ روشن چراغ آفتابِ نبوّت ہی تو ہے جس کی روشنی اور آب و تاب سے پوری زمین چمک گئی اور زمانے پر اسکے روشن نور کی بارش غالب آگئی۔ اور اسکو صاحبِ بصارت لوگوں نے دیکھا جبکہ اندھوں اور کانوں نے اس کا انکار کیا۔ اور کسی قائل کا کہنا اللہ ہی کے لیے ہے۔

"اور ہمارا آفتاب معزز آسمان میں چمکنے والا ہے۔ جب معذور اسے دیکھنے سے اندھے ہو جائیں تو ان کا اندھا ہونا اسے نقصان نہیں پہنچاتا"

زمانۂ قدیم سے دشمنانِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مبارکہ میں شک پیدا کرنے، آپ کی رسالت میں طعن و تشنیع اور آپ کی بزرگی کے بارے میں عیب لگانے کی راہ پہ چلے ہیں وہ جھوٹی اور باطل دلیلوں کو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ وہ مؤمنین کو ان کے دین کے متعلق شک میں مبتلا کریں اور لوگوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت پر ایمان لانے سے دور کر دیں۔ اور انبیاء و مرسلین کے بارے میں اس کی گمراہ کن جھوٹی باتوں اور بہتان تراشیوں کو سن کر ہمیں متعجب نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی اپنی عمدہ مخلوق کے حق میں سنّت ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنّت کو کوئی بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور خدائے تعالیٰ کا یہ ارشاد برحق ہے کہ!

اور اسی طرح ہم نے مجرمین میں ہر نبی کے لیے دشمن بنایا ہے اور کافی ہے (تیرے لیے) تمہارے ربّ کا ہادی اور مددگار ہونا۔ الآیۃ۔

اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ کے متعلق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اُن سے شادی فرمانے کی حکمت کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے میں ایک کمزور سے شبہہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جس کے

اثرات کو صلیبی کینہ پروروں اور مغربی متعصبین نے پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس کی بہت زیادہ تردید کی ہے تاکہ اس طرح وہ عقائد کو خراب کر سکیں حقائق کو مسخ کر سکیں اور صاحبِ رسالت عظمیٰ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شخصیت میں کوئی عیب نکال سکیں۔

اعتراض ۱! وہ کہتے ہیں۔

محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نعوذ باللہ من ذلک) شہوت پرست مرد تھے جو کہ اپنی خواہشات اور لذات کے پیروکار تھے اور اپنی بُری خواہشات کے ساتھ چلتے تھے۔ انہوں نے ایک یا (زیادہ سے زیادہ) چار بیویوں پر اکتفا نہیں کیا۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی امت پر مقرر کی ہیں بلکہ متعدد بیویاں رکھیں پس اُنہوں نے شہوت اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے دس یا اس سے زیادہ شادیاں کیں۔

۲ :۔ جس طرح کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ عیسٰی علیہ السلام اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ فرق ہے اس شخص کے درمیان جو اپنی خواہشات پر غالب آتا ہے اور نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے جیسا کہ عیسٰی ابنِ مریم علیہ السلام اور اس شخص کے درمیان جو شہوت کی پیروی کرتا ہے۔ جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی بڑی بات اُن کے مونہوں سے نکلی ہے وہ جھوٹ بکتے ہیں آلایۃ الکھف (۵)

حق بات یہ ہے کہ یہ کینہ در اور جھوٹے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہوانی خواہشات والے مرد نہیں تھے آپ تو انسانی رسول تھے جنہوں نے دیگر انسانوں کی طرح شادیاں کیں تاکہ سیدھی راہ چلنے میں آپ اُن کے لیئے مقتدا بن جائیں۔ وہ نہ تو خدا تھے اور

نہ ہی خدا کے بیٹے جیساکہ عیسائی اپنے نبی کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ تو عام لوگوں کی طرح ایک انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے وحی اور رسالت کے ساتھ انہیں عام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے فرما دیجئے میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے الآیۃ۔ الکہف۔۱۰

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسولوں میں کوئی نئے رسول نہیں کہ ان کی سنّت کی مخالفت کی جائے یا ان کے طریقہ کو چھوڑ دیا جائے انبیاء ومرسلین کرام کے متعلق قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو بیان فرماتا ہے۔ اور تحقیق ہم نے آپ سے قبل بھی رسول بھیجے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے الآیۃ الرعد ۳۸ تو (اس ارشاد پاک کی موجودگی میں) وہ لوگ کس بنیاد پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بے سروپا رذیل باتوں کو پھیلاتے ہیں لیکن ایک شاعر کہتا ہے۔

کبھی آنکھ درد کی وجہ سے سورج کی روشنی کا انکار کرتی ہے
اور کبھی منہ بیماری کی وجہ سے پانی کے ذائقے کا انکار کرتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا ہے کہ

شان یہ ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ دل (کی آنکھیں) اندھے ہیں جو کہ (ان کے) سینوں میں ہیں الآیۃ۔ الحج۔ ۴۶

میرے فاضل بھائیو!

اس مقام پر دو بنیادی نکتے ہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ذات کریمہ سے شبہات کو دور کرتے ہوئے ہر ایسے جھوٹے اور بدبخت کے منہ میں پتھر پھینکتے ہیں جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات شریف میں کسی نقص کا ارادہ کرتا ہے ہمارے لیئے ضروری ہے کہ ہم ان (نکتوں) سے غافل نہ ہوں اور امہات المؤمنین کے متعلق اور آپ کی ازواج مطہرات (رضوان اللہ تعالےٰ علیہن اجمعین) کے متعدد ہونے کی حکمت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ان کو اپنے پیش نظر رکھیں۔

دو اہم نقطے:۔

اوّل (۱):۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنی زوجات کو متعدد کیا۔ (یعنی پچاس سال کی عمر کے بعد)

ثانی ۲:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا آپ کی تمام ازواج ثیبہ (بیوہ) تھیں صرف آپ ہی (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا) تمام زوجات میں باکرہ تھیں جب حضور نے ان سے نکاح فرمایا۔

ان دو نکتوں سے ہم پوری صاف دلی سے اس تہمت کے پھیکے پن اور اس دعوی کے بطلان کو جان سکتے ہیں جسکو مستشرق حاسدوں نے سرکار کی ذات کے ساتھ چپکانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اگر ان شادیوں کا مقصد خواہشات کی پیروی یا صرف عورتوں سے لطف اندوز ہونا ہوتا تو آپ جوانی میں شادیاں کرتے نہ کہ بڑھاپے میں جوان عورتوں سے شادی فرماتے نہ کہ بیوہ بوڑھی عورتوں سے حالانکہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خود یہ فرمایا

جبکہ آپ نے ان کے چہرے پر خوشی اور رنگ کا اثر دیکھا۔
کیا تم نے شادی کی ہے؟ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا باکرہ سے یا ثیبہ سے عرض کیا ثیبہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے باکرہ سے شادی کیوں نہیں کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی تم اس سے ہنستے وہ تم سے ہنستی، الحدیث،
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری سے شادی کرنے کا اشارہ فرمایا آپ لطف اندوز ہونے اور شہوت پرستی کے راستے کو جانتے ہیں تو کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آپ بیواؤں سے شادی کریں اور کنواریوں کو چھوڑ دیں اور بڑھاپے میں شادی کریں جوانی کو چھوڑ دیں جبکہ آپ کی غرض محض استمتاع اور شہوت ہو؟
بے شک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اپنی جانوں اور روحوں کو سرکار کے قدموں پر فدا کرتے تھے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کنواری اور حسین وجمیل بیٹیوں میں سے کسی سے بھی شادی کرنا چاہتے تو ان میں سے کوئی بھی اس خوش بختی کو حاصل کرنے میں دیر نہ کرتا۔ (سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ) تو پھر آپ نے جوانی اور اور شباب کے ابتدائی حصہ میں زوجات کو متعدد کیوں نہیں فرمایا اور کنواریوں کو چھوڑ کر ثیبات سے شادیاں کیوں کیں؟۔
بلا شک یہ سوال جھوٹ و افتراء کو دور کرتا ہے ہر شبھے اور بھتان کو باطل کرتا ہے اور جو بد بخت حضور اقدس کی شان میں کسی قسم کی جھوٹی بات کرتا ہے یا آپ سے سنی ہوئی پاکیزہ باتوں کو مسخ

کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس پر رد کرتا ہے۔

آپ کی شادیاں شہوت یا خواہشاتِ نفسانی کے قصور سے نہیں تھیں بلکہ یہ عظیم حکمتوں عمدہ نتائج اور مقررہ اہداف کے لیئے تھیں جن کا اقرار دشمنوں نے بھی کیا جب انہوں نے اندھے تعصب کو چھوڑ دیا۔ اور انہوں نے عقل و وجدان کی منطق کا فیصلہ دیا اور وہ عنقریب ایک فاضل، کریم انسان اور رحیم نبی کی ان شادیوں میں ایک اعلیٰ مثال پائیں گے جو (نبی) کہ غیر کی اصلاح اور دعوتِ اسلام کے لیے اپنے آرام و راحت کو قربان کرتا ہے۔

میرے فاضل بھائیو!

حضور کے متعدد زوجات کرنے میں کثیر اور گہری حکمتیں ہیں جن آئندہ اجمالاً ہی ذکر کرنا ہمارے لیے ممکن ہے۔

(۱) حکمتِ تعلیمی۔

۲:۔ حکمتِ تشریعی۔

۳:۔ حکمتِ اجتماعی۔

۴:۔ حکمتِ سیاسی۔

ہم اختصار کے ساتھ ان چاروں قسم کی حکمتوں کے بارے گفتگو کریں گے۔ اس کے بعد امہات المؤمنین کے متعلق اور ہر ایک کے ساتھ شادی کی حکمت کے بارے مستقل گفتگو کریں گے اور اللہ تعالٰی سے ہی ہم مدد کے طلب گار ہیں۔

اوّل حکمتِ تعلیمیہ :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد زوجات فرماتے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عورتوں کے لیئے کئی معلمات تیار کی جائیں جو انہیں شرعی احکام سکھائیں اس لیے کہ ان پر مردوں کی طرح بہت سی تکالیف ڈالی گئی ہیں اور ان میں سے اکثر عورتیں بعض امور شرعیہ اور خاص کر ان سے متعلق احکام مثلاً حیض، نفاس۔ جنابتہ اور حقوق زوجیت وغیرہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے سوال کرنے میں شرماتی تھیں اور جب بھی ان مسائل میں سے کسی کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی ارادہ کرتی تو اس پر شرم و حیاء غالب آجاتی تھی جیساکہ آپ کے اخلاق میں کامل حیاء شامل تھی جس کے بارے میں احادیث و سنن کی کتابیں روایت کرتی ہیں کہ آپ کنواری لڑکی جو اپنی چادر میں ہو سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔ آپ عورتوں کی طرف سے پیش کیے گئے ہر سوال کا صراحت و وضاحت کے ساتھ جواب نہیں دے سکتے تھے بلکہ بعض اوقات کنایات استعمال فرماتے تھے (جیساکہ کتب حدیث میں مذکور ہے) اور سائلہ کبھی کنایہ سے آپ کی مراد کو نہیں سمجھتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتیں ہیں کہ انصار کی ایک خاتون نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا آپ نے غسل کا طریقہ سمجھایا پھر اُسے

فرمایا ایک خوشبو دار کپڑا لے کر اس کے ساتھ پاکی حاصل کرو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا۔ پس تم طہارت حاصل کرو۔ اس نے پھر عرض کیا کہ میں کیسے پاکیزگی حاصل کروں (وہ حضور کے کنایہ کو نہیں سمجھ رہی تھی) آپ نے اُسے فرمایا سبحان اللہ اس کے ساتھ پاکی حاصل کرو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اُسے کہا کہ اس کپڑے کو فلاں جگہ پر رکھو اور خون کے اثر کو اس کے تابع کرو اور میں نے صراحت کے ساتھ اس جگہ کا ذکر کیا جہاں پر اس نے کپڑے کو رکھنا تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح صراحت کرنے سے حیاء فرماتے تھے۔ اور بہت کم ایسی خواتین بھی تھیں جو اپنے نفس اور حیاء پر غلبہ حاصل کر کے واضح طور پر درپیش مسئلہ کے متعلق سوال کرتی تھیں جس کی مثال صحیحین میں مروی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث ہے جس میں آپ فرماتی ہیں۔

ابو طلحہ کی زوجہ ام سُلیم رضی اللہ تعالےٰ عنہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ حق بات کہنے سے حیاء نہیں فرماتا کیا جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی دیکھے حضرت ام سلمہ نے ام سلیم کو) فرمایا تو نے عورتوں کو رُسوا کر دیا ہے کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر عورت کو احتلام نہ ہو تو) پھر بچہ

اُس کے مشابہ کیسے ہوتا ہے۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ بچہ مرد و عورت کے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی لیے اس کی مشابہت ماں کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔ ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا جسے ہم آزماتے ہیں پس ہم نے اُسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا (الآیۃ) الدھر۔۲

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے امشاج کے متعلق فرمایا۔
امشاج یعنی اَخلاط۔ اور مشج و مشیج وہ چیز جس کا بعض بعض میں مخلوط ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا یعنی مرد اور عورت کا پانی جب دونوں جمع ہو جائیں اور آپس میں مل جائیں۔

اور اسی طرح کے مشکل میں ڈالنے والے کئی سوال تھے کہ جن کا جواب بعد میں آپ کی ازواجِ مطہرات کو دینا پڑتا تھا اسی لیے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں، اللہ تعالےٰ انصاری عورتوں پر رحم فرمائے ان کو حیاء نے دین سیکھنے سے منع نہیں فرمایا۔

اور ان میں سے کوئی عورت اندھیرے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی طرف آتی تاکہ ان سے بعض دینی امور اور حیض، نفاس، جنابت وغیرہ کے احکام کے متعلق سوال کرے تو حضور کی ازواجِ مطہرات ان کے لیے بہترین معلمات اور عمدہ راہ دکھانے والی ہوتیں اور انہیں کے طریقہ سے عورتوں نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی

یہ معلوم شدہ بات ہے کہ سنّت مطہرہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول کا نام نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے قول، فعل اور تقریر تینوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ایک شریعت کا حصّہ ہے جس کی اتباع امت پر ضروری ہے تو ان مکرّمات امہات المؤمنین اور دنیا و آخرت میں حضور کی ازواج طاہرات کے علاوہ کون ہے جو گھر میں حضور کے اقوال اور افعال کو ہمارے لیے نقل کرتا۔ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے تمام احوال و اطوار اور گھر کے افعال کو نقل کرنے میں ازواج مطہرات کو بہت فضیلت حاصل ہے۔ اور ازواج مطہرات میں سے ہی بعض معلمات اور محدثات بنیں جنہوں نے آپ کی سیرت کو نقل کیا اور وہ قوت حافظہ قابلیت اور لیاقت میں مشہور ہوئیں۔

۲۔ حکمت تشریعی!

اب کچھ گفتگو حکمت تشریعی کے متعلق جو کہ تعدد زوجات کی حکمت کا جزء ہے اور یہ حکمت بالکل ظاہر ہے جس کا مکمّل طور پر ادراک کیا جا سکتا ہے۔ حکمت یہ ہے کہ آپ نے متعدد شادیاں زمانۂ جاہلیت کی بعض ناپسندیدہ عادات ختم کرنے کے لیے کیں تھیں مثلاً کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے کی بدعت کہ عرب اسلام سے قبل ایسا کرتے تھے اور یہ ان کے لئے موروثی دین تھا۔ کوئی شخص کسی کو اپنا متبنّیٰ بیٹا بنا لیتا تھا جو کہ اس کی پشت سے نہیں تھا۔ اور اُسے صلبی بیٹے کے حکم میں رکھتا تھا اور جیسا کہ نسبی بیٹوں کے احکام ہوتے ہیں (مثلاً میراث، طلاق۔ شادی رضاعی محرمات، اور نکاح

کے ساتھ حرام ہونے والی اشیاء وغیرہ) متبنٰی کو بھی اسی طرح حقیقی بیٹا بنا لیتے تھے اور تمام احوال میں نسبی بیٹے کی طرح احکام جاری کرتے تھے مثلاً میراث، طلاق، شادی، دودھ کے ذریعے اور نکاح کے سبب حرام ہونے والی چیزیں وغیرہ کہ جوان میں متعارف تھیں اور یہ تقلیدی دین تھا جس کی جاہلیت میں پیروی کی جاتی تھی ان میں سے کوئی غیر کے بچے کو بیٹا بنا کر کہتا تھا تو میرا بیٹا ہے میں تمہارا وارث ہوں اور تم میرے وارث ہو۔ اور اسلام کے لائق یہ بات نہیں تھی کہ وہ باطل پر برقرار رہیں اور نہ ہی یہ بات لائق تھی کہ وہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں۔ (ہاتھ پاؤں مارتے پھریں)

ا:۔ تمہیدی طور پر اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کو الہام کیا کہ بچوں میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنائیں یہ حکم بعثت نبوی سے پہلے تھا لہٰذا عرب کے دستور کے مطابق زید بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اور ان (زید بن حارثہ) کے بیٹا بنانے کے سبب میں بڑا عجیب قصہ اور غریب حکمت ہے جس کا ذکر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ممکن نہیں ہے۔ اور اس طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو بیٹا بنایا تو لوگ اس دن کے بعد زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولٰی زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن پاک نازل ہوا (انہیں اپنے آباء کے نام کے ساتھ پکارا جائے یہ اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زید بن حارثہ بن شراحیل ہو
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب
جحش الأسدیہ سے کی تھی اور انہوں نے ایک مدت تک اُن کے ساتھ
زندگی بسر کی لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ان دونوں کے درمیان تعلقات
کشیدہ ہوگئے۔ وہ اُنہیں (زید بن حارثہ کو) سخت بات کہتی تھیں۔ اور
اپنے آپ کو اُن سے زیادہ معزز سمجھتی تھیں کیونکہ حضور کے متبنّی بنانے
سے قبل وہ غلام تھے جبکہ یہ اعلیٰ حسب ونسب والی تھیں۔

اللہ تعالےٰ کی حکمت کے تحت حضرت زید نے حضرت زینب
کو طلاق دے دی اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا کہ آپ ان سے (حضرت زینب سے) شادی کریں تاکہ تبنّی کی
بدعت کا لبطلان کیا جائے اور اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے اور
وہ جاہلیّت پر اپنے اصولوں کی وجہ سے غالب آجائے۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین اور فجار کی زبانوں سے ڈرتے تھے
کہ وہ اس معاملے میں بکواس کرتے ہوئے کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کی ہے پس آپ نے تھوڑی سے
تاخیر فرمائی تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ
تعالےٰ نے وعید سنائی۔

اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اس بات کا زیادہ
مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں پس جب زید نے اُس سے حاجت
پوری کی تو ہم نے آپ کا نکاح اُس سے کر دیا تاکہ مؤمنین کے لیئے اپنے

منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں حرج نہ ہو جب وہ اُن سے اپنی حاجت کو پورا کر لیں اور اللہ تعالےٰ کا امر ہونے والا ہے الآیہ اور اس طرح تبنی کا حکم ہوا اور وہ عادات باطل ہو گئیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جن کی پیروی کی جاتی تھی اور جو موروثی دین تھا کہ جس سے الگ ہونے کی گنجائش نہ تھی اللہ تعالےٰ کی نئی شریعت کی تاکید کے لیئے یہ ارشادِ ربانی نازل ہوا۔

نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہر شئ کو جاننے والا ہے آلایہ۔ الاحزاب۔ ۴۰

یہ شادی اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھی نفسانی خواہش اور شہوت کے سبب سے نہ تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے دشمنوں میں سے بعض کذاب جھوٹی خبریں پھیلاتے والے کرتے ہیں۔ اور یہ شادی عمدہ غرض اور شریف غایت کے لیے تھی کہ جاہلیت کی عادات کو باطل کرتا اور اللہ نے اس غرض کی صراحت اپنے اس قول سے کی ہے "لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا"۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا دیگر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فخر سے کہتی تھیں تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے جبکہ میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کی ہے۔ (الحدیث)

یہ شادی شریعت بنانے کے لیے تھی اور حکیم و علیم کے حکم سے تھی۔ پاک ہے وہ ذات جس کی حکمت دقیق ہے کہ عقول اور افہام اس

کا احاطہ کر سکیں اور سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے
اور تم کو تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے الآیہ ۔ الاسراء ۔ ۸۵

۳ ۔ حکمتِ اجتماعی :۔

تیسری حکمت حکمتِ اجتماعیہ ہے جو کہ حضور علیہ السلام کی اپنے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی لختِ جگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور اپنے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دختر نیک سیرت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی سے واضح انداز میں ظاہر ہوتی ہے اور پھر حضور علیہ السلام کا قریش کے ساتھ نسب و مصاہرۃ کا رشتہ اور ان میں سے کئی کے ساتھ تزوج ان چیزوں میں سے ہے جس نے ان قبائل اور بطون کے درمیان مضبوط ربط قائم کر دیا۔ اور لوگوں کے دل ان کی طرف اور ایمان اللہ کی کبریائی اور بزرگی والی دعوت طرف التفات کرنے لگے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سب سے محبوب اور قدر و منزلت میں سب سے بلند شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نورِ نظر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے شادی کی جنہوں نے اسلام لانے میں لوگوں پر سبقت کی اور اپنا جسم، روح اور مال اللہ کے دین کی نصرت کے راستے اور اس کے رسول سے (دشمنوں کے شر کو) دور کرنے میں مقدم کر دیا۔ اور اسلام کے راستے میں اذیتیں برداشت کیں۔ یہاں تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کی فضیلت کو مشہور کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ

ترمذی میں ہے ہمارے پاس کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کو اس (احسان) کا پورا پورا بدلہ دیا ہے سوائے ابوبکر کے بیشک ان کا ہمارے پاس احسان ہے جس کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالٰے خود عطا فرمائے گا۔ اور کسی کے مال نے مجھے کبھی بھی اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ابوبکر کے مال نے دیا ہے اور میں نے کسی پر بھی اسلام پیش نہیں کیا مگر اس نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا مگر ابوبکر کہ انہوں نے ذرا بھی تاخیر نہیں کی (اور اسلام قبول کر لیا) اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ اور خبردار سن لو تمہارا ساتھی اللہ تعالٰے کا خلیل ہے۔ (ترمذی) پس نبی کریم نے دنیا میں ابوبکر کا بدلہ اس کے سوا نہ پایا کہ ان کی آنکھوں کو ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر کے ٹھنڈا کریں اور ان کے درمیان رشتہ اور قرابت پیدا ہو جائے جو ان دونوں کی صداقت اور مضبوط ربط کو زیادہ کرے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے شادی فرمائی جو کہ ان کے باپ عمر رضی اللہ تعالٰے کے اسلام، صدق اخلاص اور اس دین کے راستے میں فنا ہو جانے پر انکی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گئی۔ اور عمر جو کہ اسلام کے بطل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالٰے نے اسلام اور مسلمین کو معزز کیا اور دین کے منار کو ان کے ساتھ بلند کیا پس حضور علیہ السلام کا ان کے ساتھ مصاہرت کا طریقہ ان کے اسلام کے راستے میں دوسرے لوگوں پر مقدم ہونے کا بہترین بدلہ تھا اور آپ نے اس مصاہرت کے شرف میں دونوں وزیروں کے (ابوبکر۔ عمر رضی اللہ عنہما کے) درمیان مساوات اختیار فرمائی اور ان دونوں بیٹیوں کے ساتھ شادی ان دونوں کے لیے نہ صرف بہت بڑا شرف تھا بلکہ عظیم بدلہ اور احسان تھا اور اس زندگی میں اس

شرف سے بڑھ کر ان دونوں کو بدلہ دینا ممکن نہ تھا۔ کتنی اجل سیاست ہے اور باوفا و مخلصین کے ساتھ کتنی بڑی وفاء ہے۔ جیساکہ اس کے مقابل آپ کا حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کر کے اکرام کیا ہے۔ اور یہ چار آپ کے خلفاء ہیں۔ پس کتنی عظیم حکمت ہے۔ اور کیسی نظر کرم ہے۔

۴:۔ حکمت سیاسیہ:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بعض عورتوں کے ساتھ شادی ان پر تالیف قلوب کے سبب اور ان کے ارد گرد قبائل کو جمع کرنے کے لیئے کی یہ معلوم شدہ بات ہے کہ انسان جب کسی قبیلہ یا خاندان میں سے شادی کرتا ہے تو ان کے درمیان قرابت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بات طبعی طور پر ان لوگوں کو اس شخص کی نصرت اور حمایت کی طرف بلاتی ہے۔ ہم اس پر بعض مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ ہمارے لیے وہ حکمت واضح ہو جائے جس کو حضور علیہ السلام نے ان شادیوں کے پیچھے ہدف بنایا تھا۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی سیدہ جویریہ بنت حارث سے شادی فرمائی جو کہ اپنی قوم اور خاندان کے ساتھ قیدی بنائی گئی تھیں قید کے بعد انہوں نے اپنی طرف سے فدیہ دینا چاہا تو وہ کچھ مال لے کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد کے لیے آئیں نبی کریم علیہ السلام نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی کہ حضور ان کی طرف سے فدیہ ادا کر دیں اور ان سے شادی کر لیں حضرت جویریہ نے یہ بات قبول کر لی اور حضور

نے ان سے شادی کر لی (اس پر) مسلمانوں نے کہا۔ کیا حضور نے اس حال میں شادی کی ہے کہ وہ (بنو مصطلق) ہمارے قیدی ہیں ؟ تو انہوں (مسلمانوں) نے ان تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جو کہ اُن (مسلمانوں) کے قبضے میں تھے۔ جب بنو مصطلق نے یہ کرم و بلندی یہ بزرگی اور مروت دیکھی تو وہ سب اسلام لے آئے اور دین خداوندی میں داخل ہو گئے اور مومنین بن گئے۔ پس آپ کا ان سے شادی کرنا اُن پر اور اُن کی قوم و خاندان پر برکت کا باعث بنا کیونکہ وہ (حضرت جویریہ) اُن (سب لوگوں) کے اسلام لانے اور اُن کی آزادی کا سبب تھیں اور آپ اپنی قوم پر امین تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ بلیشک انہوں نے فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبی مصطلق کی عورتوں کو قیدی بنایا پس آپ نے اُن (سب میں) سے خمس نکالا پھر مال غنیمت کو لوگوں کے درمیان تقسیم فرمایا۔ گھوڑے والے کو حصّے اور پیدل کو ایک حصّہ عطا فرمایا حضرت جویریہ بنت حارث حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصّہ میں آئیں تو وہ (جویریہ بنت حارث) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ ہوں اور میرے معاملہ کے متعلق آپ بخوبی جانتے ہیں جبکہ ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (۹) نو اوقیہ کے عوض مجھے مکاتبہ بنالیا ہے آپ رہائی پر میری مدد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس سے بہتر چیز تم کو قبول نہیں ؟ عرض

کیا وہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے تمہاری کتابت کا عوض ادا کردوں اور تم سے شادی کر لوں۔ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا مجھے منظور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا لوگوں کو بھی یہ خبر پہنچ گئی انہوں نے کہا کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے غلامی کی حالت میں قرابت قائم کریں گے ؟ تو لوگوں نے نبی مصطلق کے قیدیوں میں سے جتنے بھی تھے آزاد کر دیئے اس طرح حضور کے ان کی قوم کے سردار کی بیٹی سے شادی کے سبب اُن کی آزادی ستو گھروں تک پہنچ گئی۔

۲۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ صفیہ بنت حیُیی بن اخطب سے شادی فرمائی جو کہ غزوہ خیبر میں شوہر کے قتل کے بعد قیدی بنا لی گئی تھیں اور ایک صحابی کے حصّہ میں آئی تھیں۔ تو مسلمانوں کے اہل رائے لوگوں نے کہا کہ یہ بنی قریظہ کی سردار ہیں اور حضور کے علاوہ کسی اور کے لیے ان کا ہونا صحیح نہیں تو انہوں نے یہ بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے پیش کی۔ آپ نے اُن (صفیہ بنت حیُییّ) کو بلایا اور دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حق دیا۔

۱۔ یا تو حضور اُسے آزاد فرما دیں اور اُن سے شادی کر لیں اس طرح وہ حضور کی زوجہ بن جائیں گی۔

۲۔ یا یہ کہ مسلمان اُن کو آزاد چھوڑ دیں اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مِل جائیں تو انہوں نے یہ بات اختیار کی کہ انہیں آزاد کر دیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بن جائیں۔ یہ انہوں نے اس لیے

کیا کہ انہوں نے آپ کے مقام کی جلالت، آپ کی عظمت اور حسن معاملہ کو دیکھ لیا تھا اور اسلام قبول کر چکی تھیں اور ان کے اسلام کے سبب بہت سے لوگ اسلام لے آئے۔

روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو حضور نے فرمایا تمہارے والد ہمیشہ دشمنی کے لحاظ میرے شدید ترین دشمن رہے۔ یہاں تک اللہ تعالےٰ نے اُسے قتل کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے (ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ) کوئی نفس بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا تمہیں اختیار ہے اگر تو تم اسلام اختیار کرو گی تو میں تمہیں اپنے لیے روک لوں گا اور اگر تم نے یہودیت اختیار کی تو شاید میں تمہیں آزاد کر دوں اور تم اپنی قوم کے ساتھ مل جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اسلام کو قبول کر لیا ہے اور آپ کے مجھے اپنے خیمہ میں بلانے سے قبل میں آپکی (نبوت کی) تصدیق کر چکی ہوں اور میرے لیے یہودیت میں نہ کوئی فائدہ ہے۔ نہ کوئی باپ نہ کوئی بھائی۔ آپ نے مجھے کفر اور اسلام کے درمیان اختیار دیا پس اللہ اور اس کا رسول میرے لیے آزادی اور اپنی قوم میں واپس جانے سے زیادہ محبوب ہے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے انہیں اپنے لیے مخصوص فرما لیا۔

۳:۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے سیدہ ام حبیبہ (رملہ بنت ابی سفیان) سے شادی فرمائی اور ابوسفیان ان دنوں مشرکین مکہ میں شامل

تھے۔ اور حضور کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے اور اس کی بیٹی مکہ میں مسلمان ہو چکی تھی پھر انہوں نے اپنے پر اپنے دین سے فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ (مدینہ) کی طرف ہجرت کی۔ وہیں پر اُن کے شوہر کا وصال ہوا اور آپ اکیلی رہ گئیں کہ نہ کوئی ان کا مددگار تھا اور نہ ہی غمگسار۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کے معاملہ کا علم ہوا تو آپ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پیغام ارسال کیا کہ وہ حضور کی شادی اُن (اُم حبیبہ) سے کروا دیں۔ نجاشی نے یہ پیغام جب اُن (اُم حبیبہ) کو پہنچایا تو وہ اتنا زیادہ خوش ہوئیں کہ اس خوشی کی مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ اپنے والد اور گھر والوں کے پاس لوٹ جائیں تو وہ اُسے کفر اور ارتداد پر مجبور کرتے یا اُسے شدید عذاب دیتے۔ اور نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف اُنہیں (اُم حبیبہ) کو ۴ سو دینار حق مہر اور عمدہ تحائف دیئے۔ اور جب وہ واپس مدینہ لوٹیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُن سے شادی کر لی۔ جب یہ خبر ابو سفیان کو پہنچی تو اس نے شادی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا (وہ ایسے مرد ہیں جن کی.

پس اُس نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر فخر کیا اور اُن کی کفاءت کا انکار نہ کیا حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اسلام کی ہدایت عطا فرما دی

یہیں سے ہمارے لیے ابو سفیان کی بیٹی سے شادی کرنے کی حکمتِ جلیلہ ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ شادی آپ سے اور آپ کے صحابہ سے

اذیت کو کم کرنے کا سبب بنی خصوصاً جبکہ آپ کے اور ابو سفیان کے درمیان نسبت اور قرابت قائم ہو گئی حالانکہ ابو سفیان اس وقت بنو امیہ میں سے حضور کا سب سے شدید دشمن تھا آپ اور آپ کے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ سخت عداوت رکھتا تھا۔ اور حضور علیہ السلام کا اس کی بیٹی سے شادی کرنا اس کے اور اس کی قوم و خاندان کے دلوں کی تالیف کا سبب بنا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے (امّ حبیبہ) کو اپنے لیے اختیار فرمایا ان کے ایمان کی تکریم کرتے ہوئے کیونکہ وہ اپنے دیار سے اپنے پرانے دین سے فرار اختیار کرتے ہوئی نکلی تھی۔ پس کیسی عمدہ سیاست ہے اور کیا ہی اجلّ حکمت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد شادیاں کرنے کی حکمت کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد ہم امہات المؤمنین رضوان اللہ تعالےٰ علیہنّ کے متعلق بات کریں گے کہ جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اختیار فرما کر اس عظیم شرف سے مشرف کیا جو کہ سید المرسلین کے ساتھ منسوب ہونا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کو گنی چنی عورتوں سے (اپنے محبوب کے لیے) اختیار کر کے احترام و تعظیم کے واجب ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے آپ کے وصال کے بعد بھی ان کے ساتھ نکاح کے حرام ہونے میں مؤمنین کی مائیں قرار دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو کہ سب سے سچا ہے فرمایا۔

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امّھاتھم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب

ہیں اور اُن کی بیویاں اُن (مؤمنین) کی مائیں ہیں۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے۔

وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہٗ من بعدہٖ ابداً ان ذٰلکم کان عند اللہ عظیماً۔ الآیۃ الاحزاب ۵۳

ترجمہ:۔ اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ ہی (یہ جائز ہے) کہ تم اُن کی بیویوں سے اُن کے بعد نکاح کرو بے شک تمہارا یہ فعل اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ آلایۃ۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر (جامع لأحکام القرآن) میں اللہ تعالےٰ کی نص کے متعلق لکھا ہے، اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو مشرف کیا ایسا کہ اُنہیں تعظیم و پاکی کا جلالت شان اور مردوں پر اُن سے نکاح کے حرام ہونے میں مؤمنین کی مائیں قرار دیا یہ صرف اور صرف اپنے رسول کی تکریم اور اُن (امہات المؤمنین) کے اعزاز کے لیے تھا۔

وہ امہات المؤمنین جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ان کی تعداد دس سے زائد ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

۲۔ سیدہ سودہ بنت زمعہ، رضی اللہ عنہا۔

۳:۔ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

۴:۔ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا۔

۵:۔ سیدہ زینب بنت جحش الأسدیہ رضی اللہ عنہا۔

۶:۔ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

۷:۔ سیدہ ام سلمہ (ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا۔

۸:۔ سیدہ اُم حبیبہ (رملہ بنت ابی سفیان) رضی اللہ عنہا۔

۹:۔ سیدہ میمونہ بنت الحارث الہلالیہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا۔

۱۰:۔ سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔

۱۱:۔ سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا۔

۱۔ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالےٰ عنہا

آپ حضور کی ازواج میں سے پہلی زوجہ ہیں جن سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل ۲۵ سال کی عمر میں نکاح فرمایا جبکہ (آپ حضرت خدیجہ) بیوہ تھیں اور اس وقت اُن کی عمر ۴۰ برس تھی۔ سب سے پہلے آپ ابی ہالہ بن زرارہ کے پاس تھیں اُس کے مرنے کے بعد عتیق بن عائذ سے شادی کی اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے شادی فرمائی جیسا کہ اصابہ میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی رائے کی درستی اور بہت عقلمندی کی بناء پر اختیار فرمایا۔ یہ شادی حکمت اور موافقت بھری تھی کیونکہ یہ ایک عقلمند کی دوسرے عقلمند سے شادی تھی۔ اور دونوں میں عمر کا فرق ایسی بات نہ تھی کہ شادی کے معاملہ میں روکاوٹ بنتی کیونکہ شادی کا مقصد حاجت اور شہوت کا پورا کرنا نہ تھا بلکہ وہ تو عظیم انسانی ہدف تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے رسالت اور دعوتِ توحید کا بوجھ اور مشکلات برداشت کرنے کے لیے تیار کیا اور اللہ تعالےٰ نے دعوتِ

توحید و رسالت کو عام کرتے میں اس پاک صاف۔ عقلمند، ذکیہ خاتون کو اپنے محبوب کے لیئے آسان فرما دیا اور یہ خواتین میں سے سب سے پہلی خاتون تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں۔

اُن کی درستئ رائے اور قوت عقلی پر ایک دلیل یہ ہے کہ غارِ حرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جب جبرئیل امین آئے (اور پہلی وحی نازل ہوئی) تو آپ اس حالت میں گھر واپس تشریف لائے کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا جب حضرت خدیجہ کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو حتیٰ کہ آپ کا خوف دور ہو گیا تو اُن کو ساری بات بتلائی۔ اور حضرت خدیجہ سے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے تو حضرت خدیجہ نے عرض کیا آپ کو خوشخبری ہو خدا کی قسم وہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں فرمائے گا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ سچی بات کہتے ہیں۔ بیواؤں کی مدد کرتے ہیں۔ بچھڑے ہوؤں کو ملاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں سچی بات اور حق کی مصیبتوں پر مدد فرماتے ہیں یہ حدیث صحیحین (بخاری و مسلم میں موجود ہے)۔

حضور علیہ السلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ اپنی بھرپور جوانی کا دور گزارا لیکن ان پر کوئی دوسری شادی نہ فرمائی اور ان جیسی کسی سے بھی محبت نہ کی۔ اور اسی محبت کی بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ذکر پر غیرت فرماتی تھیں حالانکہ نہ تو وہ اُن (حضرت خدیجہ) کے ساتھ مجتمع ہوئیں اور نہ ہی ان کو دیکھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے سامنے انکا ذکر کیا تو انھوں نے (عائشہ

رضی اللہ عنہا) نے آپ کے سامنے اس طرح لب کشائی کی وہ (حضرت خدیجہ) تو گزرے زمانہ کی ایک بوڑھی عورت تھیں اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان سے بہتر بدلہ دے دیا ہے (ان کی مراد اپنا آپ تھا) یہ سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور ان کو فرمایا! نہیں خدا کی قسم اللہ تعالےٰ نے اس سے بہتر بدل مجھے عطا نہیں فرمایا وہ اس وقت ایمان لائی جب لوگوں نے انکار کیا اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اس نے اس وقت اپنے مال سے میرے ساتھ ہمدردی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اور اللہ تعالےٰ نے مجھے تمام بیویوں میں سے صرف اس سے اولاد عطا کی اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا آج کے بعد کبھی بھی میں ان کا غلط انداز میں ذکر نہیں کروں گی۔

اور شیخین (امام بخاری و مسلم) نے انہی (حضرت عائشہ) سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے حضور علیہ السلام کی ازواج میں سے کسی سے اتنی غیرت نہ کھائی جتنی کہ میں نے حضرت خدیجہ سے کی حالانکہ میں نے انہیں بالکل نہیں دیکھا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اکثرت سے ذکر فرمایا کرتے اور جب کبھی کوئی بکری ذبح فرماتے تو (اس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیجتے اور میں کبھی ان سے ذکر کرتی (آپ تو ان کا اس طرح ذکر کرتے ہیں) گویا کہ دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ بے شک وہ وہی تھی اور اس سے میرے لیے اولاد تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ۲۵ برس

زندگی بسر کی ۱۵ سال بعثت سے قبل اور دس سال بعثت کے بعد اور ان پر انگی موجودگی میں) حضور علیہ السلام نے کوئی دوسری شادی نہ فرمائی اور حضرت ابراہیم کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے تمام اولاد اُنہی کے بطن اطہر سے عطا فرمائی اور جب آپ اللہ کریم کی رحمت کی طرف راضی خوشی منتقل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۵۰ برس کو پہنچ چکی تھی اور آپ کے ہاں اُن (حضرت خدیجہ) کے سوا کوئی دوسری بیوی نہ تھی آپ نے اُن کی وفات کے بعد ہی بعض حکمتوں کی وجہ سے جن کو ہم نے ذکر کیا متعدد شادیاں کیں۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو اور اُن کو بھی (اپنی رحمت سے) راضی فرمائے۔ اور جنت العلیاء کو اُن کا مسکن وماویٰ بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم۔

سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے ساتھ حضور علیہ السلام نے حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد شادی کی۔ آپ (سیدہ سودہ) سکران بن عمرو انصاری کی بیوہ تھیں۔

حضور سے عمر میں بڑی ہونے کے باوجود اُن کو نکاح کے لیے اختیار کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ مہاجرات میں سے تھیں۔ اور حبشہ کی جانب دوسری ہجرت سے لوٹنے کے بعد آپ کے خاوند وفات پا گئے اور آپ اکیلی رہ گئیں نہ تو کوئی ان کی عیالداری کرنے والا تھا اور نہ کوئی مددگار۔

خاوند کی وفات کے بعد اگر آپ اپنے گھر واپس جاتیں تو وہ اُن کو شرک (اختیار کرنے) پر مجبور کرتے یا انہیں سخت اذیتیں دیتے تاکہ وہ انہیں اسلام کے بارے فتنہ میں ڈال دیں۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفالت کے لیے اُن سے نکاح

کو اختیار فرمایا۔ اور یہ ان پر احسان اور اللہ و رسول پر ان کے ایمان و اخلاص کی صداقت پر کرم کی انتہا ہے۔

اگر حضور کی غرض (نعوذ باللہ العظیم) شہوت رسانی ہوتی جیسا کہ جھوٹے مستشرقین کا گمان ہے۔ تو آپ پچپن۵۵ سال کی بوڑھی بیوہ کی بجائے نوجوان باکرہ عورتوں کو (جنکی کوئی کمی نہ تھی) اختیار کرتے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو شہامت۔ بہادری اور مروت میں اعلیٰ مثال تھے۔ اور آپ کی غرض فقط ان (حضرت سودہ) کی حمایت اور رعایت تھی تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں رہیں۔

۳۔ سیدہ عائشہ بنت أبی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے شادی کی تو آپ باکرہ تھیں اور آپ تمام امہات المؤمنین میں اکیلی ہیں جو کہ باکرہ کی حیثیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح میں آئیں کسی اور باکرہ سے آپ نے شادی نہیں کی۔ آپ تمام امہات المؤمنین میں سب سے ذکی اور زیادہ یاد رکھنے والی تھیں بلکہ اکثر مردوں سے زیادہ علم والی تھیں اور علماء صحابہ میں سے بڑے بڑے صحابہ کی کثیر تعداد بعض مشکل احکام کے متعلق پوچھتے تھے تو آپ ان کے لیے وہ مسائل حل کر دیتی تھیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب کبھی بھی ہم اصحابِ رسول پر کوئی حدیث مشکل ہوئی اور ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (اس کے متعلق) پوچھا تو ہم نے ان کے ہاں

ضرور (اس حدیث کے بارے) علم پایا۔

ابو الضحیٰ نے مسروق کے واسطہ سے کہا کہ میں نے حضور علیہ السّلام کے اکابر صحابہ میں سے شیوخ کو دیکھا کہ وہ آپ (حضرت عائشہ) سے فرائض کے متعلق سوال کر رہے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نے حضرت عائشہ سے بڑھ کر علم طب۔ فقہ اور شعر کی عالمہ کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ حدیث کی کتب ان کے علم کثیر اور عقل کبیر کی شاہد ہیں۔ صحیح میں دو مردوں کے سواء کسی بھی مرد سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ احادیث روایت نہیں کی گئیں اور وہ دو (مرد) حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہیں۔

حضور علیہ السلام باقی تمام ازواج میں حضرت عائشہ سے زیادہ محبت کرتے تھے لیکن تقسیم میں ان کے درمیان عدل فرماتے تھے۔ اور (خدا تعالیٰ سے) عرض کرتے تھے اے اللہ یہ میری تقسیم ہے جس کی قدرت رکھتا ہوں۔ تو اُس بارے میں مجھ سے مؤاخذہ نہ فرما جسکی قدرت نہیں رکھتا۔

جب آیت تخییر نازل ہوئی تو حضور نے حضرت عائشہ سے ابتدا فرمائی اور انہیں کہا میں تمہارے سامنے معاملہ ذکر کر رہا ہوں پس تم کوئی بھی جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں حالانکہ حضور اچھی طرح جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جُدا ہونے کا حکم نہیں دے سکتے تھے (اس کے باوجود حضور نے مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دیا) حضور نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یا ایھا النبی قل لأزواجك إن كنتن تُرِدنَ الحیاۃَ الدّنیا وَ زینتھا۔ الخ

توحضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا۔ کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے رائے طلب کرونگی۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور اُخروی گھر کو چاہتی (پسند) کرتی ہوں آپ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ مصاہرت کرنا ان پر بہت بڑا احسان اور اس دنیوی زندگی میں اُن کا بہترین بدلہ تھا جیساکہ وہ آپ کی سنّت مطہرہ۔ فضائل زوجیت اور احکام شرعی کی اشاعت کا بہترین وسیلہ تھیں خاص طور پر ان مسائل کی اشاعت میں جوکہ خواتین سے متعلق ہیں جیساکہ حکمت تعلیمیہ میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ السیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوگی میں شادی فرمائی۔ آپ کے خاوند خنیس بن حذافہ انصاری غزوہ بدر میں سخت مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے شہید ہو چکے تھے۔ وہ اُن بہادروں اور ابطال میں شامل تھے جن کی لبطولت، مردانگی اور جہاد کے بارے میں تاریخ نے سنہری صفحات تحریر کیے ہیں۔

آپ کے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے (آپ کا رشتہ) پہلے حضرت رقیہ بنت رسول کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے پیش کیا پھر حضور علیہ السلام نے آپ سے نکاح فرمایا یہ آپ کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا کرم اور احسان تھا۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت حفصہ خنیس بن حذافہ جوکہ بدر میں

شامل تھے اور مدینہ میں فوت ہوئے سے بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر حضرت عثمان سے ملے اور فرمایا اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ سے آپ کا نکاح کر دوں انہوں (عثمان) نے کہا کہ میں اپنے معاملہ میں سوچوں گا حضرت عثمان نے چند دن انتظار کیا اور جواباً فرمایا کہ میرے لیے شادی نہ کرنا بہتر ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے ابوبکر کو کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ سے کر دوں؟ تو وہ خاموش ہو گئے اور میں نے ان کو عثمان سے بھی زیادہ مستغنی پایا انہوں نے چند دن انتظار کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے شادی کا پیغام بھیجا تو میں نے ان کا نکاح حضور سے کر دیا۔ مجھے ابوبکر ملے اور انہوں نے کہا کہ شاید آپ نے میرے بارے میں کچھ محسوس کیا ہے جبکہ آپ نے مجھ پر حفصہ (کے معاملہ) کو پیش کیا تھا اور میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ ابوبکر نے کہا کہ مجھے کسی بات نے جواب دینے سے منع نہیں کیا مگر مجھے علم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا ذکر کیا تھا اور میں آپ کے راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر حضور علیہ السلام ان (سے نکاح) کو ترک کر دیتے تو میں اُن کو ضرور قبول کر لیتا۔

یہ وہ شہامت ثابتہ بلکہ سچی مردانگی ہے جو حضرت عمر فاروق کے فعل میں ظاہر ہوتی ہے وہ چاہتے تھے کہ ان کی عزت محفوظ ہو جائے انہوں نے اس بات میں کوئی ذلت محسوس نہ کی کہ وہ اپنی بیٹی کو کفو صالح پر پیش کریں کیونکہ شادی عمدہ اجتماع کے لیے بہترین وسیلہ ہے۔ آج ہم مسلمان احکام اسلام اور اسلام کے جمال و کمال سے جہالت کی وجہ سے

کہاں کھڑے ہیں؟ اپنی بیٹیوں کو اس وقت تک کنواریاں بٹھائے رکھتے ہیں جب تک کہ بہت مالدار اور کثیر سرمائے والا شخص شادی کا پیغام لے کر نہ آئے؟

۵- سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

آپ سے حضور علیہ السلام نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کی۔ آپ ہمیشہ مقدم رہنے والے شہید اسلام بطلِ جلیل حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیوہ تھیں جو کہ اسلام کے پہلے معرکہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ جب آپ کے خاوند شہید ہوئے تو آپ اپنی توانائیاں زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی میں صرف کر رہی تھیں اور خاوند کی شہادت نے ان کو اس فرض کی ادائیگی سے نہ روکا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے مشرکین کے ساتھ پہلے معرکہ میں مومنین کو فتح عطا فرمائی۔ جب رسول کریم علیہ السلام کو ان کے صبر اور ثابت قدمی اور جہاد کا علم ہوا اور کسی بھی شخص کو ان کی عیالداری پر آمادہ نہ پایا تو ان کو شادی کا پیغام دیا اور اور انہیں پناہ عطا فرمائی۔ اور ایک معین و مددگار کے ان سے منقطع ہو جانے کے بعد اُن کی دل جوئی فرمائی۔

شیخ محمد محمود صواف اپنے رسالہ "زوجات النبی الطاہرات" میں اُن کے خاوند کی شہادت کی عظمت و بلندی کے قصہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اور آپ کی عمر (حضرت زینب بنت خزیمہ) حضور کی زوجیت میں آنے کے وقت ۶۰ برس کو پہنچ چکی تھی اور حضور کے ہاں انہوں نے صرف دو سال عمر پائی پھر آپ کا انتقال ہوگیا۔

جھوٹوں نے اس شادی اور اس کی عمدہ غرض کو نہ سمجھا کیا اس شادی میں انہوں نے کوئی بات پائی کہ کذاب اِفک کا مظاہرہ کر سکیں؟ کیا انہوں نے ہوس یا شہوت کا کوئی اثر پایا کہ وہ رحمۃ اللعالمین رسول انسانیت کی شرافت و پاکیزگی، عظمت و رحمت اور فضل و احسان تھا۔

خود غرض مستشرقین کو اللہ رب العزت سے ڈرنا چاہیئے۔ علمی امانت کو اختیار کرنا چاہیئے اور برے مقاصد کے لیئے خیانت نہیں کرنا چاہیئے کہ انہوں نے گمراہی اختیار کی اور علوم اسلامی کو صرف اور صرف عداوت، مکر و فریب اور حضور علیہ السلام کی عظمت کو کم کرنے کے لیئے پڑھا۔

۶۔ السیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ثیبہ حالت میں شادی کی وہ آپ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں پہلے آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ نے شادی کی پھر انہوں نے آپ کو طلاق دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی حکمت کی بناء پر ان سے شادی کی جس سے بڑی حکمت آپ کی ازواج میں سے کسی کے ساتھ بھی شادی کرنے میں نہیں تھی اور وہ (حکمت) تبنّی (یعنی بیٹا بنالینا)

کی بدعت کو ختم کرنا تھی جس طرح کہ اس کی وضاحت حکمتِ تشریعہ کے ذکر میں ہوئی ہے۔

اور مکار مستشرقین اور ان کے دین سے نکلے ہوئے دُم چھلّوں کو جو کہ تنگدل، اسلام اور نبی اسلام پر الزام تراشی کرنے والے ہیں کے لیئے یہ بات پسند ہے کہ وہ حضور کے حضرت زینب سے شادی کے قصہ سے نبی کریم علیہ السلام کی ذات مقدسہ پر طعن و تشنیع کے تیر پھینکیں اور جھوٹی باتوں کو بعض ان اسرائیلی روایات کے سیب پرچ سے مزین کریں جو کہ بعض کتب تفسیر میں مذکور ہیں۔

انہوں نے گمان کیا: نہایت ہی بُرا گمان کیا کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کے گھر کے قریب سے گزرے تو وہ غائب تھے نبی پاک علیہ السلام نے حضرت زینب کو دیکھا اور انہیں پسند کیا اور آپ کے دل میں (حضرت زینب کے متعلق) کوئی بات واقع ہوئی اور آپ نے فرمایا۔ سبحان مقلب القلوب۔ پاک ہے دلوں کو پھیرنے والا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ بات سُنی جب جب ان کے خاوند آئے تو جو بات حضور سے سنی تھی وہ انہیں بتلا دی۔ اُنہوں نے یہ بات جان لی کہ حضور کے دل میں ضرور کوئی بات واقع ہوئی ہے وہ حضور کی بارگاہ میں طلاق کے ارادے سے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اہلیہ کو اپنے لیے روک کے رکھو حالانکہ آپ کے دل میں اس کے علاوہ دوسری بات تھی لہٰذا حضرت زید نے اس وجہ سے کہ حضور اُن سے شادی کرلیں حضرت زینب کو طلاق دے دی۔

ابن عربی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنی تفسیر احکام القرآن میں اس غلط دعویٰ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں! ان (مستشرقین) کا یہ قول کہ حضور نے حضرت زینب کو دیکھا تو ان کے دل میں کوئی (دیری) بات واقع ہوئی یہ باطل ہے۔ کیونکہ آپ تو ان کے ساتھ ہر وقت اور ہر جگہ رہتے تھے اور ان دنوں پردے کا حکم بھی نہیں تھا تو آپ کیسے ان کے ساتھ زندگی گزارتے تھے کہ ہر وقت ان کو دیکھیں بھی اور آپ کے دل میں کوئی غلط بات بھی واقع نہ ہو لیکن جب ان کا خاوند ہو کہ اپنا آپ انھیں ہبہ کر چکی ہیں تو اس وقت کوئی بُری خواہش کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ ایسے پاکیزہ قلب اقدس میں اس طرح کا فاسد خیال آنے سے اللہ تعالےٰ کی پناہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا ارشادِ مبارک ہے۔

"ولا تمدنّ عینیك الیٰ ما متّعنا بہٖ ازواجًا منھم زھرۃ الحیوۃ الدّنیا لنفتنھم فیہ" الآیۃ طٰہٰ نمبر ۱۳۱۔ ترجمہ:۔ اور اے سننے والے اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کیلئے دی ہے جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اس کے سبب فتنہ میں ڈالیں

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اسرائیلی روایات کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ سب احادیث ایسی ہیں کہ جنکی اسناد ساقط ہیں۔

محترم فاضل بھائیو!

حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی تاریخ اور آپ کی حضرت زید سے شادی کی حکمت میں ایک گہری نظر سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ حضرت زید اور زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے درمیان ناخوشگوار تعلقات حالت اجتماعی میں واضح اختلاف کی وجہ سے تھے کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا ایک معزز خاندان سے تھیں

اور حضرت زید پہلے غلام تھے۔ اللہ تعالے نے حضرت زید سے شادی کے ذریعے ان کا امتحان لینا چاہتا تھا تاکہ جاہلیت کی عصبیت اور شرافت کو ختم کیا جائے اور اسلام نے دین و تقویٰ میں شرافت کو شرف قرار دیا ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے حضرت زینب کے سامنے حضرت زید سے شادی کا معاملہ پیش کیا تو انہوں نے اپنے صاحبِ نسب و شرف ہونے کے سبب انکار کیا اور ناپسند کیا۔ اس پر اللہ تعالے کا یہ ارشاد پاک نازل ہوا۔

وما کان لمؤمنٍ ولا مؤمنةٍ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا الآیۃ (الاحزاب ۳۶)

ترجمہ:- اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کو حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔ (اس کے بعد) حضرت زینب نے حضور کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور روح کے بغیر اپنا جسم حضرت زید کے سپرد کر دیا اور اس سپردگی کے پیچھے تکلیف والم موجود تھا۔

نبی کریم حضرت زینب کو صغر سنی سے ہی جانتے تھے کیونکہ وہ آپ کی پھوپھی زاد تھیں تو کون تھا جو ان کو حضور (کے سامنے آنے) سے منع کرتا۔ تو ایک انسان کسی شخص کے لیئے کوئی باکرہ عورت کیسے سامنے کرتا ہے اور جب وہ اس سے شادی کرلے اور وہ (عورت) ثیبہ بن جائے تو پھر اس میں رغبت کرے، حقیقت یہی ہے کہ یہ بے عقل قوم ہے جو کہ ایسی غیر معقول بات کرتے ہیں جسکو یہ نہیں جانتے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

پر جھوٹ وافترا بہتان تراشی اور گمراہ کن باتیں کرتے ہیں۔ پھر ان کی اس بات کی طرف دیکھو جو یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک نے جو چیز دل میں چھپائی وہ آپ کی زینب کے ساتھ محبت تھی اسی وجہ سے آپ کو سزا دی گئی، کیا ایسا بہتان بھی عقل تسلیم کر سکتی ہے؟ اور کیا اس بنا پر بھی کسی شخص کو سزا دی جا سکتی ہے کہ اُس نے اپنے پڑوسی کی وجہ کے ساتھ محبت کو ظاہر نہیں کیا؟ سبحانک ھذا بھتان عظیم: پھر آیت اس معاملہ میں مکمل طور پر صریح اور واضح ہے کیونکہ آیت میں یہ بات مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب وہ بات ظاہر کریگا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپائی (و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ) تو اللہ تعالےٰ نے کیا ظاہر فرمایا؟ کیا حضور کی محبت کو ظاہر فرمایا یا کہ آپ کے زینب کے ساتھ عشق کو؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی کے حکم خداوندی کو پورا کرنے کی رغبت تھی تاکہ تبنی کے حکم کو باطل کیا جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کی زبان درازی سے ڈرتے تھے کہ وہ یہ کہیں گے! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کی ہے اسی لیے باری تعالےٰ نے اس چیز کی صراحت فرمائی جو حضور نے چھپائی تھی (" فلما قضیٰ زیدٌ منھا وطراً زوجنا کھا لکیلا یکونَ علی المؤمنینَ حرجٌ فی ازواجِ ادعیائِھمُ ") اس طرح کا ذہن کے جھوٹے گمان بھی ان باطل کو نیست و نابود کر دینے والے دلائل اور براہین ساطعہ کے سامنے باطل ہو جاتے ہیں جو (دلائل و براہین) حضور سید المرسلین کی عصمت پر اور ان چیزوں سے آپ کی نزہت و طہارت پر دلالت کرتے ہیں جن کے ساتھ پلید اور خود غرض لوگوں نے آپ کو ملانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

۷۔ السیّدہ اُمّ سلمہ ہند المخزومیّہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بیوہ ہونے کی حالت ہی شادی فرمائی۔ آپ حضرت عبداللہ بن عبدالاسد کی بیوہ تھیں جوکہ سابقین مسلمانوں میں سے تھے اور انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی آپ (ام سلمہ) نے اُن سے شادی کی اور اپنے پرانے دین سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے آبائی وطن سے نکل گئیں اس دوران آپ سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ آپ کے شوہر نے غزوہ اُحد میں جامِ شہادت نوش کیا! ان کے بعد آپ اور چار یتیم بچے کسی کفیل اور عیالداری کرنے والے کے بغیر رہ گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا جو اپنی نسبت ان کی طرف کرے اور نہ ہی کوئی ان کی اور ان کی اولاد کی کفالت کرنے والا پایا سوائے اس بات کے کہ آپ ان سے نکاح فرمالیں۔ جب آپ علیہ السلام نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے آپ سے معذرت کرتے ہوئے عرض کی کہ میں بوڑھی ہوں، (چار) یتیموں کی ماں ہوں اور شدید غیرت مند ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابی پیغام میں یوں ارشاد فرمایا! رہے یتیم تو میں اُن کو اپنے سینے سے لگاؤں گا اور دُعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے دل سے (دوبارہ شادی کرنے کی) غیرت کو ختم کردے اور بڑھاپے کی مجھے کوئی پرواہ نہیں! اُن کی رضامندی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور ان کے یتیم بچوں کی تربیت فرمانے لگے اور اپنے قلبِ مشفق کو ان کے لیے اور وسیع فرمایا یہاں تک کہ انہیں اپنے (حقیقی) باپ کے فوت ہونے کا کوئی غم نہ رہا کیونکہ ان کے باپ سے زیادہ رحیم وکریم (یعنی

حضور علیہ السّلام) باپ انہیں بدلے میں مل گیا تھا۔

اور حضرتِ امّ المومنین میں شریف نسب، باعزّت گھر اور اسلام لانے میں سبقت جیسی باتیں مجتمع ہونے کے علاوہ انھیں یہ فضیلت بھی حاصل تھی کہ آپ بہت عمدہ مشیرہ (رائے دینے والی) تھیں اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا مسلمانوں کے معاملات سے متعلق ان اہم چیزوں کے بارے میں مشورہ فرمانا بطورِ دلیل کافی ہے جنہوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو غمگین و پریشان کر رکھا تھا۔ اس پر جو چیز اشارہ کرتی ہے وہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے کہ اس واقعہ میں مشرکین کے ساتھ ان شرائط پر دس سال تک جنگ نہ کرنیکی بات شامل تھی جو کہ مشرکین نے پیش کی تھیں جس کی وجہ سے مسلمان بہت متأثر ہوئے اور انہوں نے باوجودیکہ وہ اپنی عظمت کی بلندیوں پر تھے ان شرائطِ صلح میں اپنے حقوق کا غصب ہونا خیال کیا۔ اس صلح کے اثر کی بناء پر جب حضور علیہ السّلام نے مدینہ واپس جانے کے لئے حلق یا قصر کرانے کا حکم دیا تو انہوں (صحابہ) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم پر عمل کرتے میں تھوڑا سا تردّد کیا اور کسی نے بھی (فوراً) اس پر عمل نہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور انہیں فرمایا لوگ ہلاک ہو گئے۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے لیکن انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ یہ بات اُن (ام سلمہ) پر گراں گزری اور آپ سے عرض کیا کہ آپ ان کے پاس تشریف لے جائیں اور ان کے سامنے اپنے سر کا حلق کرائیں اور اس یقین کا اظہار کیا کہ اس وقت (آپ کو حلق کرواتے ہوئے دیکھ کر) وہ اقتداء کرتے میں کوئی تردّد نہیں کریں گے کیونکہ انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایسا امر ہے جس پر عمل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ جونہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم باہر تشریف اور حلاق کو سر کا حلق کرنے کا حکم دیا تو سب آپکی اقتداء کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت سے جاتے کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور سب نے حلق کروایا اور احرام کھول دیئے اور یہ سب کچھ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے مشورہ سے ہوا تھا۔

سیّدہ (اُمّ حبیبہ) رملہ بنت أبی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ہجرت کے ساتویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے شادی فرمائی جو کہ بیوہ تھیں اور اُن کے شوہر عبیداللہ بن جحش حبشہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اور نجاشی نے انکی شادی حضور علیہ السلام کے ساتھ کرائی اور حضور کی طرف سے چار ہزار درہم مہر ادا کیا اور اُن کو شرجیل بن حسنہ کے ہمراہ حضور کی خدمت میں بھیجا اور حضرت اُمّ حبیبہ سے شادی کی حکمت پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

سیّدہ جویریۃ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی جویریۃ سے جو کہ مسافع بن صفوان کی بیوہ تھیں شادی کی اور مسافع بن صفوان واقعہ مریسیع والے دن قتل ہو گیا تھا اور ان کو اکیلا چھوڑ گیا تو یہ قیدی بن کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آئیں ان کا خاوند اسلام کے بد ترین اور حضور کے سخت دشمنوں میں سے تھا اور ان سے شادی

کی حکمت بھی پہلے بیان ہو چکی ہے جیسا کہ حکمتِ سیاسیہ کے متعلق گفتگو میں صفیہ بنت حیی بن اخطب کے بارے میں بات ہوئی۔

سیّدہ میمونہ بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا پہلا نام برّہ تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کا نام میمونہ رکھا اور آپ حضور کی آخری زوجہ تھیں اور آپ کے بارے حضرت عائشہ نے فرمایا غور سے سنو: وہ ہم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔ آپ (ابی رہم بن عبد العزّٰی) کی بیوہ تھیں اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبّاس نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان سے شادی کرنے میں راغب کیا تھا۔ اور ان سے شادی کرنے میں جو نیکی۔ احسان اور ان کے اس خاندان کی عزّت تھی کہ جنہوں نے آپ کی مدد اور حفاظت کی تھی، مخفی نہیں ہے۔

میرے محترم! یہ ہے امہات المؤمنین۔ زوجات الرسول کے متعلق ایک (مختصر) خاکہ کہ جنہیں اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السّلام کی محبت سے معزز بنایا اور مؤمنین کی مائیں قرار دیا اور اس خطاب سے مخاطب فرمایا۔

یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا! الآیۃ الاحزاب نمبر ۳۲

ترجمہ:- اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ

سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں
اچھی بات کہو۔

نبی پاک کی ان (ازواج مطہرات) سے شادی بہت سی حکمتوں کے سبب تھی ان میں آپ نے دینی و شرعی مصلحتوں کا لحاظ فرمایا اور تالیف قلوب کا ارادہ فرمایا (جس کی وجہ سے) بہت سے قبائل اور معزز خاندانوں کو اسلام کی طرف راغب فرمایا۔

حضرت سیدہ عائشہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں۔آپ نے ہجرت کے بعد ان سالوں میں متعدد شادیاں کیں جن میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگیں شروع ہوئیں بہت زیادہ قتل و قتال ہوا یہ سن ۲ ہجری سے سن ۸ ہجری کا عرصہ ہے جس میں مسلمانوں کی مدد مکمل ہوئی اور ہر شادی میں کذاب اور ذلیل لوگوں کے خلاف ہمارے لیے آپ کی کامیابی شہامت رفعتِ مقصد اور احسان کی خوبصورتی پر زبردست دلیل ظاہر ہوتی ہے (برخلاف اس بات کے جو کہ کذاب اور ذلیل لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر نفسانی خواہشات کا نبی پاک کے دل پر غلبہ ہوتا تھا تو آپ بڑھاپے کی بجائے جوانی میں شادی کرتے۔(بیواؤں کی بجائے) باکرہ خواتین سے شادی کرتے۔لیکن یہ (مستشرقین کی بکواسات) تو وہ سیاہی (اندھیرا ہے) ہے جس نے مغربی مستشرقین کے دلوں کو بھر رکھا ہے اور انہیں واضح حق کی روشنی سے اندھا کر دیا ہے اللہ تعالےٰ نے خوب سچ فرمایا۔

بَل نقذِفُ بالحق علی الباطل فیدمغہٗ فإذا ھو زاھق۔